یقین کے دو ماہِ مبین

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

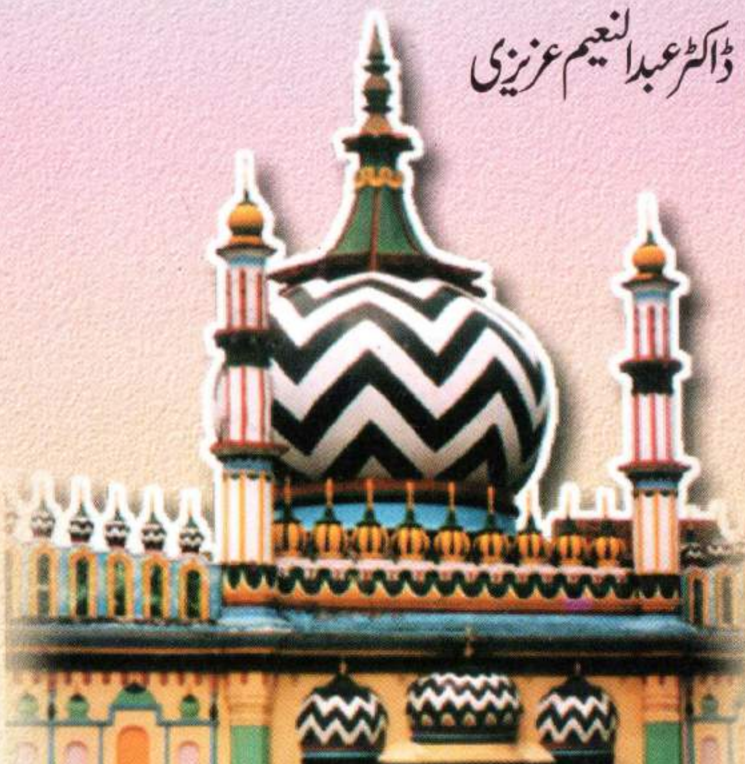

رضا اکیڈمی ممبئی
۲۶ رنمبر کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی ۳

سلسلہ اشاعت ۲۷۶

یقین کے دو ماہِ مبین

از

ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی

رضا اکیڈمی، ۲۶، کامبیکر اسٹریٹ۔ ممبئی ۳

کمپیوٹر کمپوزنگ :- محمد توحید بیگ رضوی

۷۸۶/۹۲

چمستان کرم کے دو گلہائے تر۔ حسن معنبر اور حسین معطر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عظمت و تقدیس پر جس قدر بھی دل و جان نچھاور کئے جائیں اور انکی برکات پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے کہ ان کی نسلوں سے شریعت و طریقت کی فصلیں مہک اٹھیں اور انہیں کے گل بوٹوں سے رہتی دنیا تک علم و فضیلت و معرفت، امامت و خلافت، تہذیب انسانیت اور اخلاق و شرافت کے چمن زادوں میں بہاروں کا شباب مچلتا رہے گا اور اب تک اسلام اور انسانیت کی تواریخ میں عظمت و شرف کے جن ابواب کا اضافہ ہوا ہے وہ انہیں حسنی حسینی شاہ زادوں کے تقدیسی کارناموں سے درخشاں ہیں :-

ابتدائے اسلام ہی میں حسنی حسینی سادات کے قافلے عرب سے نکل کر دنیا کے مختلف ممالک میں اترتے گئے اور کفر و جہالت کے شہرستانوں میں، اسلام و علم کا سویرا ہوتا چلا گیا۔ ہندو سندھ کی سرزمینوں پر بھی انہیں روشن چراغوں نے اجالا برپا کیا۔ نور کے انہیں قاسموں میں حسینی زیدی گھرانے کے ایک نوری فرد حضرت سید ابو الفرح واسطی اپنے چار صاحبزادوں :- سید ابو فراس، سید ابو الفضائل، سید داؤد اور سید معزالدین کے ساتھ سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں واسطہ سے غزنی تشریف لائے۔ چند روز قیام کے بعد وہ سید معزالدین کیساتھ واسطہ مراجعت فرما گئے، بقیہ تینوں صاحبزادگان نے ہندوستان کا قصد فرمایا۔

حضرت سید ابو فراس کے احفاد سے حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہ العزیز نے سلطان شمس الدین التمش کی ایماء پر سری نگر (بلگرام) کے اسلام دشمن راجہ سری نام سے جہاد فرمایا اور اسکے قتل کے بعد ۶۱۴ھ میں فتح پائی۔ سلطان نے اس راجہ کے تمام علاقے حضرت علیہ الرحمہ کو بطور جاگیر نذر کردی۔ حضرت نے سری نگر کا نام بدل کر بلگرام رکھا اور اس کفرستان کو شہرستان اسلام بنادیا۔

حضرت سید میر عبد الواحد بلگرامی نور اللہ مرقدہ کے عہد تک یہ حسینی زیدی خانوادہ بلگرام ہی میں قیام فرمارہا۔

(تاج العلماء حضرت سید اولاد رسول برکاتی رحمۃ اللہ علیہ : تاریخ خاندان برکات ص ۵)

یہی وہ بلگرام ہے جسے ۱۴ ردیں صدی کے مجدد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز

نے یوں عقیدت کا خراج پیش کیا ہے ؎

اللہ اللہ عزوشان و احترام بلگرام
من و سلویٰ ہیں مگر خبز وادام بلگرام
آسماں عینک لگا کر مہرومہ کی دیکھ لے
جلوۂ انوار حق ہے صبح و شام بلگرام
لائی ہے اس آفتاب دیں کی تحویل جلیل
ساغر مارہرہ میں صہبائے جام بلگرام
یادگار ابتک ہیں اس گل کی بہار فیض سے
خندہائے گلرخان ولالہ فام بلگرام

(حدائق بخشش حصہ سوم از اعلیٰ حضرت - مرتبہ مولانا محبوب علی خاں علیہ الرحمہ)

میر عبدالواحد بلگرامی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ علم و عرفان کے جہان میں آپ کی ہستی اسی طرح معطر و منور ہے جس طرح گلشن میں گلاب اور آسمان پر ماہتاب!

آپکی تصانیف میں سبع سنابل سب سے زیادہ مشہور اور مقبول تصنیف ہے۔

حضرت سیدنا میر عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ نے سو سال سے زائد عمر پائی۔ ۳۰ر رمضان المبارک ۱۰۱۷ھ دن جمعہ بلگرام میں آپ نے انتقال فرمایا۔

(حضرت تاج العلماء محمد میاں قادری قدس سرہ العزیز: اصح التواریخ جلد اول ص ۲۴۱)

آپ نے دو عقد کئے تھے۔ زوجۂ اول سے حضرت سیدنا میر عبد الجلیل علیہ الرحمہ اور ایک صاحبزادی تھیں اور زوجۂ دوم سے تین صاحبزادگان۔

سادات حسینیہ زیدیہ کی مارہرہ مطہرہ میں آمد

حضرت سیدنا میر عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ خانوادہ حسینیہ زیدیہ کے پہلے فرد ہیں جو بلگرام سے منتقل ہو کر مارہرہ مطہرہ آگئے اور اسی کو اپنا وطن و مسکن بنالیا۔ آپ نے اپنا دوسرا عقد مارہرہ

مطہرہ کے بخاری سادات کی ایک صاحبزادی سے فرمایا جن سے دو صاحبزادے ہوئے اور جوانی ہی میں آپ کی حیات میں عالم جذب میں گھر سے نکل گئے اور پھر ان مسافران راہ سلوک کا پتہ نہ چلا۔ پہلی بلگرامی بیوی صاحبہ سے آپ کے چار بیٹے :- سید ابو الفتح، سید اویس، سید محمد اور سید ابو الخیر صاحبان رحمۃ اللہ علیہم اور دو بیٹیاں تھیں۔

آپ نے مارہرہ مطہرہ میں ۱۴ر سال تک قیام فرماکر رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیا۔ ۸ر صفر المظفر ۱۰۷۵ھ بروز دوشنبہ مارہرہ مطہرہ میں آپ نے وصال فرمایا۔

آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت سید اویس قدس سرہ العزیز سے ہی مارہرہ مطہرہ کا برکاتیہ خانوادہ چل رہا ہے۔ آپ کے دوسرے صاحبزادگان کی اولاد بلگرام وغیرہ میں ہیں۔

حضرت سید ناشاہ اویس قدس سرہ العزیز (م ۱۰۹۷ھ) کے تین صاحبزادے :- حضرت سید شاہ برکت اللہ، حضرت سید شاہ عظمت اللہ، حضرت سید شاہ رحمت اللہ (رحمۃ اللہ علیہم) اور دو صاحبزادیاں تھیں۔

حضرت سیدناشاہ برکت اللہ نوراللہ مرقدہ

آپ (ولادت : ۲۶ر جمادی الآخرہ ۱۰۷۰ھ۔ وصال : شب عاشورہ محرم ۱۱۴۲ھ) اپنے والد صاحب علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد مارہرہ مطہرہ تشریف لائے اور جد امجد حضرت سید ناشاہ عبدالجلیل بلگرامی علیہ الرحمہ کی خانقاہ میں قیام فرمایا مگر قوم گوندل جیسے شریر قوم کے پڑوس کو ناپسند فرماتے ہوئے ۱۱۱۸ھ میں شہر سے باہر نئی آبادی کی بنیاد ڈالی جہاں آپ کے معتقدین نے خانقاہ اور مسجد کی تعمیر کرائی اور آبادی کا نام "پیم نگر برکات نگری" رکھا جو اب بستی پیرزادگان کے نام سے موسوم ہے اور جہاں اب تک آپ کی اولاد آباد ہے۔

آپ ہی کے صاحبزادگان :-(۱) حضرت سید شاہ محمد قدس سرہ العزیز (۲) حضرت سید شاہ نجات اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے مارہرہ مطہرہ کی دو سرکاروں :- سرکار کلاں اور سرکار خورد کا آغاز ہوتا ہے اور انکی شاخیں پھیلتی ہیں۔ حضرت سید ناشاہ آل محمد نور اللہ مرقدہ "سرکار کلاں" کہلائے

اور حضرت سیدنا شاہ نجات اللہ علیہ الرحمہ "سرکار خورد"۔

سرکار کلاں حضرت سید شاہ آل محمد قدس سرہ العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے صاحب برکات حضرت سید شاہ برکت اللہ رضی الرحمٰن عنہ کی برکتوں میں بے پناہ اضافہ ہوا، زمانہ سرشار و شادکام اور فیضیاب ہوتا چلا گیا اور آج بھی ان کے فیوض وبرکات سے دنیائے سنیت نہال اور مالامال ہے اور انشاء اللہ رہتی دنیا تک ان قاسمان برکات کی نعمتوں کے بٹنے اور لٹنے کا سلسلہ جاری رہے گا۔

سرکاران مارہرہ مطہرہ

مارہرہ مطہرہ کی بڑی سرکار کی سرکاریں اس طرح ہیں :-

(۱) سرکار کلاں حضرت سید شاہ آل محمد قدس سرہ العزیز (ولادت : ۱۱۱۱ھ - وصال ۱۱۶۴ھ)

(۲) حضرت سید شاہ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱۳۱ھ - وصال ۱۱۹۸ھ)

(۳) حضرت سید شاہ آل احمد اچھے صاحب نور اللہ مرقدہ (ولادت ۱۱۶۰ھ - وصال ۱۲۳۵ھ)

(۴) حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں قدس سرہ العزیز (ولادت ۱۱۶۳ھ - وصال ۱۲۵۱ھ)

(۵) حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی (خاتم الاکابر) علیہ الرحمہ (ولادت ۱۲۰۹ھ - وصال ۱۲۹۶ھ)

حضرت سیدنا شاہ آل محمد نور اللہ مرقدہ سے لیکر حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں علیہ الرحمہ تک چاروں اعاظم بڑی سرکار تھے۔ایک سے بڑھ کر ایک عالم و فاضل، عارف باللہ اور ولی کامل، ادیب و خطیب اور مصنف و شاعر اور مرشد برحق تھے اور ان حضرات ذی شان نے تبلیغ دین، خدمت خلق اور رشد و ہدایت کا زبردست فریضہ انجام دیا۔ان کے وزرا و خلفاء علم و عرفان کے مطلع پر چاند ستارے بنکر چمکے لیکن! خاتم الاکابر حضرت سیدنا شاہ آل رسول رضی الرحمٰن سے علم و عرفان کے جہان اور عالم اسلام کو ۱۴ ردیں صدی کے عظیم مجدد۔ مجدد دین وملت عظیم البرکت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ زلعزیز کی شکل میں جو عظیم برکت حاصل ہوئی اس پر جتنا بھی فخر وناز کیا جائے، مرحبا کی صدائیں اور شکریے کے الفاظ لٹائیں جائیں کم ہیں۔

حضرت سیدنا شاہ آل رسول علیہ الرحمہ (ولادت ۱۲۰۹ھ، وصال ۱۲۹۶ھ) ہی نے بریلی

کے مولانا اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب کو کندن بنایا۔ اپنی آنچ بخش کر اکسیر بنایا اور ہاتھوں میں ہاتھ لیکر انہیں ایسی روشنی عطا کی کہ وہ زمانے کی روشنی بن گئے اور آج مسلک اعلیٰ حضرت اصل اسلام اور سنیت کی پہچان بن گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اپنے مرشد برحق خاتم الاکابر سیدنا سرکار آل رسول احمدی رضی المولیٰ عنہ کو اپنی محبت و عقیدت کا اس طرح خراج پیش کرتے ہیں ؎

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آل رسول - خوشا سرے کہ کنندش فدائے آل رسول
گناہ بندہ بہ بخش اے خدائے آل رسول - برائے آل رسول از برائے آل رسول
منم اسیر جہانگیر بحکلہ یعنی - کمینہ بندہ و مسکیں گدائے آل رسول

☆

مراز نسبت ملک است امید آنکہ بخشد - ندا کنندہ بہارے رضائے آل رسول
(حدائق بخشش)

تاجدار حضرت مارہرہ یا آل رسول - اے خدا خواہ وجدازما عدالداد کن
(حدائق بخش)

☆

نور جاں مجموعہ عطر آل رسول - میرے آقائے نعمت پہ لاکھوں سلام (حدائق بخشش)

٦- حضرت سیدنا شاہ ظہور حسن قدس سرہ الرحمٰن :- (ولادت - ۱۲۲۹ھ - وصال ۱۲۶۶ھ)
آپ سیدنا سرکار آل رسول احمدی علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔

۷ :- حضرت سیدنا شاہ ظہور حسن علیہ الرحمہ - (ولادت ۱۲۴۱ھ - وصال ۱۳۱۳ھ)
آپ سیدنا سرکار آل رسول احمدی قدس سرہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔

۸ :- تاج العرفاء سیدنا شاہ ابو الحسین احمد نوری علیہ الرحمہ :- (ولادت ۱۲۵۵ھ - وصال ۱۳۲۴ھ)
آپ حضرت سید شاہ ظہور حسن قدس سرہ العزیز کے صاحبزادے ہیں اور سرکار آل رسول احمدی علیہ الرحمہ کے پوتے۔

حضرت نوریؔ میاں - اعلیٰ حضرت اور صاحبزادگان اعلیٰ حضرت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو سیدنا سرکار ابو الحسین احمد نوریؔ میاں علیہ الرحمہ سے بھی خلافت واجازت حاصل تھی اور آپ کے اساتذہ میں حضور نوری میاں کا بھی شمار ہوتا ہے۔

حضرت نوریؔ میاں کو بھی امام احمد رضا پر بڑا ناز تھا۔ آپ نے انہیں ''چشم وچراغ خاندان برکاتیہ'' کہا۔

امام احمد رضا کے دونوں صاحبزادگان - حجۃ الاسلام مولانا مفتی محمد حامد رضا خاں اور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحبان رحمۃ اللہ علیہما حضور نوریؔ میاں کے مرید اور خلیفہ تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے حضور نوری میاں کی مدح میں دو منقبتیں لکھی ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے پہلی منقبت حضور نوریؔ میاں کے مسند نشینی کے مبارک موقع پر ۱۲۶۸ھ میں لکھی۔

مطلع سے ہی سرکار نوریؔ میاں سے حضور امام احمد رضا کی بے پایاں عقیدت و محبت کا اظہار ہوتا ہے اور حضرت نوریؔ میاں کی عظمت وبزرگی ظاہر ہوتی ہے۔

برتر قیاس سے ہے مقام ابو الحسین - سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابو الحسین

عقیدت ومحبت میں ڈوبے ہوئے چند اشعار اس طرح ہیں :-

خط سیہ میں نور الٰہی کی تابشیں - کہ صبح نور بار ہے شام ابو الحسین
ساقی سنا دے شیشۂ بغداد کی ٹپک - مہکی ہے بوئے گل سے منام ابو الحسین
میلا لگا ہے شان مسیحا کی دید ہے - مردے جلا رہا ہے خرام ابو الحسین
ذرے کو مہر قطرہ کو دریا کرے ابھی - گر جوش زن ہو بخشش عام ابو الحسین
ہاں طالع رضاؔ تری اللہ رے یاوری - اے بندۂ جدود کرام ابو الحسین

(حدائق بخشش حصہ اول)

دوسری منقبت کا عنوان ہے ''مشرقستان قدس'' یہ عنوان تاریخی ہے۔ یہ منقبت ۱۳۱۵ھ میں لکھی گئی۔ مندرجہ ذیل اشعار سے امام احمد رضا کی بے پایاں عقیدت ومحبت کا اظہار ہوتا ہے۔

ماہ سیما ہے احمد نوری - مہر جلوہ ہے احمد نوری
میرا مرشد ہے مصحف ناطق - نوری آیہ ہے احمد نوری

نور احمد مجھے بھی چمکا دے- نام تیرا ہے احمد نوری

میرے حق میں مخالفوں کی نہ سن- حق یہ میرا ہے احمد نوری

اتنا کہہ دے رضا ہمارا ہے-پار بیڑا ہے احمد نوری

ہیں رضا کیوں ملول ہوتے ہو-ہاں تمہارا ہے احمد نوری

(حدائق بخشش حصہ سوم)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اپنے "قصیدۂ نور" کو حضور نوری میاں علیہ الرحمہ کا فیض نور تسلیم کیا ہے۔ مقطع میں کہتے ہیں :-

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے- ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

(حدائق بخشش حصہ اول)

امام احمد رضا کے صاحبزادۂ اصغر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو بھی اپنے مرشد برحق سرکار نوری میاں سے بے پایاں عقیدت و محبت تھی۔ انہوں نے حضور نوری میاں کے تخلص پر اپنا بھی تخلص "نوری" رکھا تھا۔

وہ فنافی المرشد تھے اور یہ فیض تھا مرشد ہی کا- مفتی اعظم فنافی الشیخ ہونے کی اپنی تمنا کا اس طرح اظہار کرتے ہیں :-

فقط نسبت کا جیسا ہوں حقیقی نوری ہو جاؤں- مجھے جو دیکھے کہہ اٹھے میاں نوری میاں تم ہو

(سامان بخشش از : مفتی اعظم علیہ الرحمہ)

(۷-الف) حضرت سید شاہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲۴۸ھ-وصال ۱۳۲۶ھ) آپ سیدنا سرکار آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے تھے۔

(۸-الف) حضرت سید ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲۷۲ھ، وصال ۱۳۴۷ھ) آپ حضرت سیدنا شاہ محمد صادق علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔

۹ :- تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں نور اللہ مرقدہ-(ولادت ۱۳۰۹ھ، وصال ۱۳۷۵ھ) آپ حضرت سید ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔

آپ کو اپنے نانا حضور سید نا شاہ ابو الحسین احمد نوری قدس سرہ اور اپنے والد ماجد سید نا شاہ محمد اسمٰعیل حسن نور اللہ مرقدہ سے خلافت واجازت تھی۔

آپ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے بڑی محبت تھی۔ آپ امام احمد رضا سے اپنی عقیدت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔ ”اور فقیر کو اگرچہ امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ سے تلمذ رسمی حاصل نہیں مگر فقیر ان کو اپنے اکثر اساتذہ سے بہتر وبرتر اپنا استاد جانتا ہے۔ ان کی تقریرات و تحریرات سے فقیر کو بہت کثیر فوائد دینی و علمی حاصل ہوئے اور چونکہ تقریر و تحریر میں ان کا طریقہ بے لوث اور مواخذات صوری و معنوی شرعی و عرفی سے منزہ او مبرا ثابت و محقق ہوا للذا فقیر بھی تابہ وسعت ان کے طریقہ کا اتباع کرنا پسند کرتا ہے“

(تاریخ خاندان برکات ص ٦٦)

آپ صاحبِ تصانیف کثیرہ بزرگ ہیں۔ تصنیفات و تالیفات کی تعداد ۳۲ کے قریب ہے۔ بچپن ہی میں آپ کے فرزند انتقال فرما گئے تھے اس کے بعد کوئی اولاد نہیں ہوئی للذا آپنے اپنے بھانجے۔

(۱) سید العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی سید آل مصطفیٰ اولاد حیدر رحمۃ اللہ علیہ

(۲) احسن العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں رحمۃ اللہ علیہ

(۳) حضرت سید شاہ مرتضیٰ حیدر حسین میاں قبلہ ۔کو مثل اولاد پالا۔

سیدین کریمین کی جلوہ گری

تاج العلماء حضرت علامہ مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں علیہ الرحمہ نے اپنے جن تین بھانجوں کو مثل اولاد پالا انہیں میں دو صاحبان ذیشان یعنی :-

(۱) سید العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی سید آل مصطفیٰ اولاد حیدر

اور

(۲) احسن العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ سید مصطفیٰ حیدر حسن رحمۃ اللہ علیہما---مارہرہ مطہرہ کے ”سیدین“ سے جانے جاتے ہیں۔

سیدین کریمین کا شجرئہ نسب

سیدین کریمین - سید العلماء اور احسن العلماء - صاحب برکات حضرت سید ناشاہ برکات اللہ صاحب سے جدا نہیں ہیں بلکہ ان کا تعلق اسی بڑی سرکار سے ہے ٹھیک اسی طرح جس طرح حسنین کریمین حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں!

سیدین کریمین کا شجرۂ نسب اس طرح ہے

سیدین کریمین - حضرت سید شاہ حیات النبی آل عبا بشیر حیدر صاحب - حضرت سید حیدر حسین صاحب - یہ حضور نوری میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نواسے ہیں۔

حضرت سید حیدر حسین صاحب علیہ الرحمہ صاحبزادے ہیں حضرت سید محمد حیدر صاحب قدس سرہ کے جنہیں حضور آل رسول احمدی - خاتم الاکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی چھوٹی صاحبزادی بیاہی تھیں۔

خاندان میں آپس میں شادیاں ہوا کرتی تھیں۔ حضور آل رسول احمدی رضی الرحمٰن کے صاحبزادۂ اکبر یعنی والدِ سرکار نوری میاں کی پہلی شادی حضرت سید محمد حیدر صاحب ابن سید دلدار حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی پھوپھی سے ہوئی تھی۔ سرکار نوری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی شادی حضرت سید حسین حیدر علیہ الرحمہ کی ہمشیرہ سے ہوئی تھی۔

خانقاہ عالیہ برکاتیہ کی سجادگی و تولیت

خانقاہ عالیہ برکاتیہ کی سجادگی و تولیت حضور نوری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعد حضور سید مہدی میاں بحضور سید محمد اسمٰعیل حسن اور حضور تاج العلماء رحمۃ اللہ علیہم سے ہوتی ہوئی۔ حضور سید العلماء اور حضور احسن العلماء قدست اسرارہم تک آئی۔ حضور صاحب البرکات قدس سرہ سے جو فیض کی نہریں نکلیں وہ مختلف شاخوں میں پھیلیں پھر حضور تاج العلماء قدس سرہ میں جمع ہو گئیں اور اب ان سے دو سلسلے صحیح متصل جاری ہیں۔

ایک حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کا سلسلہ اور دوسرا ان کے برادر اصغر حضور احسن العلماء قدس سرہ کا سلسلہ۔

حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کے صاحبزادہ ذی وقار حضور سید آل رسول حسنین نظمی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں :-

"سرکار نوری قدس سرہ العزیز کے وصال کے بعد حضور کے برادر عم زاد سید شاہ مہدی حسن قدس سرہ سجادہ و متولی خانقاہ درگاہ معلیٰ ہوئے۔ سرکار مہدی میاں صاحب کو بیعت و خلافت اپنے جد امجد حضور خاتم الاکابر قدس سرہ اور خلافت اپنے والد ماجد حضور سید شاہ ظہور حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سرکار نوری سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ حضرت مہدی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات ظاہری میں میرے والد ماجد مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کو اپنا وصی و جانشین مقرر کر کے کھلے بندوں ہزاروں کے مجمع میں اس کا اعلان فرمادیا"

(مقدمہ بر کتاب سراج العوارف از حضور نوری میاں علیہ الرحمہ ص ۱۸)

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کے صاحبزادۂ اکبر امین ملت حضور سید محمد امین میاں قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ تحریر فرماتے ہیں :-

"۱۹۴۴ء کے عرس قاسمی میں ماموں (حضور احسن العلماء کے ماموں) حضرت تاج العلماء نے خرقہ پہنایا اور اپنے ساتھ حویلی سجادگی سے درگاہ مقدسہ میں گئے وہاں جانشینی کا اعلان فرمایا اور مختصر جانشینی تحریر کر دیا اسکے ساتھ ہی جملہ سلاسل میں مجاز و ماذون فرما کر تحریری خلافت نامہ عطا فرمایا۔

۲۴ر جمادی الآخر ۱۳۷۵ھ (۶ر فروری ۱۹۵۶ء) کو حضور تاج العلماء نے وصال کیا اور چہلم شریف کے دن ۱۷ر مارچ ۱۹۵۶ء کو علماء و مشائخ اور احباب اہل سنت کی موجودگی میں حضور احسن العلماء سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری سجادہ نشین مسند غوثیہ درگاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ قرار دیے گئے اور تقریباً ۴۰ر برس مسند سجادگی کو زینت بخشی۔"

(مضمون۔ وے صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں، مشمولہ اہل سنت کی آواز مارہرہ مطہرہ ۱۹۹۶ء ص ۲۵)

یقین کے دو چاند - سیدین کریمین

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے 'مارہرہ' کو 'مارہ رہ' کہا ہے یعنی جہاں چمکتے ہیں "اقمار الیقین" (یقین کے چاند)----

لاریب :- مارہرہ مطہرہ سے ہر دور میں یقین کے چاند چمکے ہیں جنکی بھیگی بھیگی چاندنی اور ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی سے عقائد و ایمان اور علم و عرفان کے جہان جگمگاتے رہے ہیں اور آج بھی ہر سمت ایسا نور برپا ہے کہ تیرگی جہالت و جدیت کے سیہ خانے میں سر پھوڑ رہی ہے۔

علم و عرفان کے نظام شمسی کے آفتاب صاحب البرکات سیدنا شاہ برکت اللہ نور اللہ مرقدہ کے چاندوں میں دو چاند -- سیدنا آل رسول احمدی اور سیدنا ابو الحسین احمد نوری نے اپنی ضیاء سے ایسے آفتاب و ماہتاب چمکائے ہیں کہ پوری دنیائے سنیت ان سے منور و تاباں ہے اور وہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم ہند کہ جنکے احسان کا ہم مسلمانان اہل سنت شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتے۔

جہاں ۱۳ ویں صدی ہجری کی نصف دوم اور ۱۴ ویں صدی ہجری کی پہلی دہائی میں بریلی شریف سے امام احمد رضا اور مفتی اعظم کی شکل میں یقین کے دو چاند چمکے وہاں ۱۴ ویں صدی ہجری کے نصف اول میں یقین کے چاند چمکانیوالی مقدس سرزمین مارہرہ سے بھی یقین کے دو چاند چمکے اور امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے اس یقین کہ مارہرہ سے سدا یقین کے چاند چمکتے رہیں گے، پر تصدیق کی ایک اور تاباں مہر ثبت کردی۔

یقین کے یہ دونوں چاند ہیں -- سیدین کریمین --

(۱) سید العلماء حضرت علامہ مولانا حضور مفتی سید آل مصطفیٰ اولاد حیدر رحمۃ اللہ علیہ

(۲) احسن العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ سید مصطفیٰ حیدر حسن رحمۃ اللہ علیہ

سید العلماء حضرت سیدنا آل مصطفیٰ اولاد حیدر (سید میاں)

ولادت :- ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء

وصال :- ۱۲/ جمادی الاخرہ ۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۴ء

اپنے خال محترم حضور سیدنا تاج العلماء علیہ الرحمہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ حضور تاج العلماء نے آپ کی تربیت فرمائی۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ طب وحکمت کی تعلیم علیگڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے حاصل کی۔ آپنے برسوں کھڑک مسجد ممبئی میں خطابت وامامت کا فریضہ انجام دیا۔

مسلمانان اہل سنت کے عقائد وایمان کے تحفظ اور ایک پلیٹ فارم پر لاکر ان کی ملی وسیاسی قوت اور ان کے اجتماعیت کے اظہار کیلئے، آپنے ۱۹۵۸ء میں "**آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء**" کی تشکیل کی۔ اس کے توسط سے آپنے ممبئی اور مہاراشٹر کے دوسرے علاقوں کے بہت سے پیچیدہ دینی وملی اور مسلم سیاسی مسائل حل کیئے۔ آپنے ممبئی میں یوم میلاد مصطفیٰ کے جشن کی ابتداء کے ساتھ ساتھ جشن غوثیہ، کے انعقاد کا بھی آغاز کیا۔

آپ حق گو، بے باک اور حق پسند تھے اور صحیح معنی میں مرد مومن اور اللہ کے شیر تھے۔ کسی بھی دنیادار حاکم اور کسی حکومت سے کبھی دبے نہ ڈرے بلکہ مسلم مسائل پر ہمیشہ حکومت کو للکارتے رہے۔

مجاہد ملت حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمٰن قدس سرہ العزیز کی گرفتاری پر ۱۹۶۳ء میں آپنے زبردست احتجاج کیا تھا اور اس وقت کے وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو کو بہت ہی سخت خط لکھا تھا۔ اس خط کی نقل سیاست جدید کانپور اور دیگر اردو اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔

بریلی شریف اور مبارکپور سے محبت

یوں تو آپ کو ہر سنی خانقاہ و علمی خانوادے اور ہر عالم اہل سنت اور سنی ادارہ سے محبت تھی اور آپ اصاغر علماء یہاں تک کہ علماء میں اپنے مریدین اور طلبائے مدارس سے بھی بہت محبت رکھتے تھے اور انہیں عزت واحترام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے لیکن بریلی شریف اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے ہر ہر فرد یہاں تک کہ وہاں کے خدام سے بھی آپ بڑی محبت واحترام سے پیش آتے۔ آپ اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کے پیرزادے تھے مگر مفتی اعظم اور خانوادۂ رضا کے دوسرے افراد سے آپ کا والہانہ پن دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ جیسے یہ حضرات خود آپ کے پیرزادے ہیں۔ دراصل یہ تو

آپ کے خاندان کی ریت ہے کہ سدا ایناز کشیوں اور غلاموں کو نوازا جاتا رہا ہے۔ جس طرح حضرت خاتم الاکابر سیدنا آل رسول احمدی اور حضور سیدنا ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ علیہما نے امام احمد رضا اور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہما کو نوازا اسی طرح آپ نے ان کے صاحبزادگان ...... کو نوازا۔ مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے تو آپ کو از حد عقیدت و محبت تھی اور قریب قریب ہر سال دار العلوم "مظہر اسلام" کے جلسہ دستار فضیلت میں آپ تشریف لاتے اور خصوصی تقریر فرماتے :-

نبیرزادۂ امام احمد رضا - ریحان ملت حضرت علامہ مولانا ریحان رضا خانصاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ بڑی محبت کرتے تھے اور انہیں مثل اولاد سمجھتے اور مانتے تھے۔ انہیں آپ پیار سے - رحمانی اور بیٹے رحمانی کہا کرتے تھے۔

آپ نے اپنی عمر عزیز کا لمحہ لمحہ دین و سنیت کی تبلیغ اور مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت میں صرف کر دیا۔ آپ اپنی ہر تقریر اور گفتگو میں حضور اعلیٰ حضرت کا ذکر لازمی سمجھتے تھے۔

آپ کے صاحبزادۂ ذی وقار حضرت علامہ سید آل رسول حسنین نظمی دامت برکاتہم النورانیہ تحریر فرماتے ہیں :-

"میرے والد ماجد سید العلماء مولانا مفتی حافظ قاری الحاج سید آل مصطفیٰ سید میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ والرضوان اعلیٰ حضرت کے سچے عاشق تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے علماء متقدمین و فقہاء و محدثین کا علم و اجتہاد اور انکی عظمت و فضیلت سر آنکھوں پر ہمیں تو اپنے اعلیٰ حضرت ہی کافی ہیں"۔ (المیزان، امام احمد رضا نمبر - مضمون - چشم و چراغ خاندان برکاتیہ ص ۲۲۸)

سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ، امین ملت حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب برکاتی مدظلہ العالی لکھتے ہیں :-

"عم محترم حضور سید العلماء نے اپنی پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کیلئے وقت فرمادی۔ خاندان برکاتیہ کا بچہ بچہ اعلیٰ حضرت کا شیدائی ہے۔ ہماری نجی مجالس ہوں یا عوامی جلسے ہر جگہ مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ و اشاعت ہی ہم لوگوں کا نصب العین اور مطمح نظر ہوا کرتا ہے۔ اس ضمن میں اپنے عم محترم حضور سید العلماء قدس سرہ کا یہ شعر مجھے بار بار یاد آرہا ہے ؎

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے

یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ آباد

(المیزان، امام احمد رضا نمبر مضمون خانوادہ برکاتیہ کا روحانی فرزند ص ۲۳۷)

بریلی شریف بے شک مرکز اہل سنت ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ مبارکپور مرکز علمی ہے اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے سنیوں کا علمی وملی وقار قائم ہے۔ حضور سید العلماء کو الجامعۃ الاشرفیہ کے بانی، استاذ العلماء، جلالۃ العلم حضرت علامہ مولانا حافظ عبد العزیز صاحب محدث مرادآبادی - حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان سے بھی بہت محبت تھی اور آپ ان کا بھی بڑا احترام کرتے تھے۔ آپ حضور حافظ ملت کی دینی وعلمی خدمات کے بیحد معترف ومداح تھے۔

۱۹۶۷ء یا ۱۹۶۸ء کی بات ہے کہ مدرسہ فخر العلوم بلرام پور کے جلسہ دستار فضیلت کے موقع پر ایک نامور سید خطیب نے حضور حافظ ملت پر چوٹ کیا تو حضور سید العلماء نے انہیں فوراً ٹوک دیا اور فرمایا کہ آپ دین اور علم دین کے اتنے عظیم مبلغ اور ناشر کے بارے میں اس طرح کی نازیبا گفتگو کر رہے ہیں۔ آپ ایسی گفتگو بند کر دیں۔

۱۹۷۲ء میں مبارکپور کی پہلی تعلیمی کانفرنس اور الجامعۃ الاشرفیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر سرکار مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کے ساتھ حضور سید العلماء نے بھی شرکت فرمائی تھی۔

آپ نے دعا بھی فرمائی تھی اور اپنی ولولہ انگیز تقریر میں یہ بھی ارشاد فرمایا تھا:-

"اگر ضرورت پیش آئی تو سلسلۂ برکاتیہ کے مریدین ومعتقدین کو حافظ ملت کے قدموں میں لا کر ڈال دوں گا۔" (اشرفیہ، حافظ ملت نمبر)

کچھ یادیں - کچھ باتیں

راقم کو چار مرتبہ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے۔ تین بار بلرام پور میں اور ایک بار بریلی شریف میں

بلرام پور میں تینوں بار کی ملاقاتوں میں آپ نے بڑا کرم فرمایا اور بہت بہت دعاؤں سے نوازا۔

ایک مرتبہ بلرام پور کے سنیوں نے حضور سید العلماء سے جلسہ کا پروگرام لیا۔ جلسے سے دو تین روز قبل کچھ لوگوں نے سازش کی اور حضور سید العلماء کے ممبئی کے پتے پر تار دیدیا۔ جلسہ کینسل کیا جارہا ہے لہٰذا آپ تشریف نہ لائیے جلسہ کے منتظمین کو بھنک مل گئی۔ منتظمین جلسہ نے حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کو ممبئی ارجنٹ ٹیلی گرام دیا۔ مضمون راقم نے لکھا تھا۔ مضمون اس طرح تھا:۔ ''جلسہ متعینہ تاریخ ہی میں ہوگا۔ حضور کسی غلط اطلاع پر اعتبار نہ فرمائیں اور مسلمانان اہل سنت بالخصوص حشمتی غلاموں پر کرم فرمائیں''۔

جلسہ کے دن آپ بعد مغرب تشریف لائے اور آتے ہی فرمایا کہ ''میری روانگی والی شب میں ایک تار ملا کہ جلسہ نہیں ہورہا ہے۔ میں کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر تار علیحدہ ڈالدیا اور اس خبر کو نا قابل اعتبار سمجھا۔ صبح بلرام پور آنے کیلئے سامان تیار کرایا اور ممبئی دی-ٹی-اسٹیشن کیلئے سواری بلوائی۔ سامان سواری پر رکھا جا چکا تھا اور جیسے ہی مسجد سے سواری پر بیٹھنے کیلئے نکلا۔ پوسٹ مین نے ٹیلیگرام دیا۔ ٹیلیگرام پڑھ کر اطمینان حاصل ہوا کہ یقیناً یہ تار صحیح ہے۔ اس میں شیر بیشہ اہل سنت کی غلامی کا واسطہ بھی ہے۔ حشمتی حضرات دین وسنیت کے معاملے میں بڑے سچے اور مخلص ہوتے ہیں''۔

یہ بھی ایک طرح سے حضور سید العلماء کی کرامت ہی تھی کہ سازشیوں کے تار پر آپ کو اعتبار نہیں ہوا اور آپ نے جلسہ میں شرکت کیلئے سفر کی تیاری کرلی۔ اگر منتظمین جلسہ کا ٹیلیگرام نہ بھی ملتا تب بھی جلسہ میں تشریف لاتے۔

اس روز آپنے ''واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا'' کو اپنی تقریر کا موضوع بنایا اور بہت ہی موثر تقریر فرمائی۔

رات میں جلسے کے بعد کافی لوگ حضرت سے مرید ہوئے۔ صبح قیام گاہ پر مختلف سلاسل سے وابستہ سنی صاحبان آپ سے شرف ملاقات کیلئے حاضر ہوئے ان میں سازشی گروپ کے افراد بھی تھے۔ ان میں جو لوگ کسی سے مرید نہیں تھے وہ تائب ہوکر آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ تمام سنی ایک دوسرے سے گلے ملے اور مل جل کر دین وسنیت کا کام کرنے کا سب نے عہد کیا۔

سبحان اللہ! یہی تو شان ولایت ہے اور یہ ولی کامل کی پہچان ہے کہ جہاں قدم رکھ دیتے ہیں محبت کا جہان آباد کر دیتے ہیں۔

بد عقیدہ بری موت مرا

بلرام پور کے ایک جلسے میں بشمول حضور سید العلماء متعدد علمائے کرام تشریف لائے ہوئے تھے۔بد مذہبوں نے اپنے علاقہ میں ان علمائے کرام اور حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی شان میں گستاخیاں کیں۔ اڑتے اڑتے خبر سنی حضرات تک آئی کہ بد مذہب اور ان کا گرو گھنٹال سرکار اعلیٰ حضرت اور سنی علمائے کرام کی شان میں بڑی گستاخیاں کر رہے ہیں۔ سنی حضرات مشتعل ہو گئے مگر علماء نے انہیں بد مذہبوں سے مار پیٹ کو روک دیا۔ حضور سید العلماء تک یہ بات پہنچی تو آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ رات میں جلسے میں آپ نے بد مذہبوں کا زبردست رد فرمایا اور حضور اعلیٰ حضرت کے فضائل بیان کئے اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ہم سنیوں کے عظیم جرنیل ہمارے محسن اور مجدد اعظم نے میرے اجداد بالخصوص ہم سادات کے جد امجد سرکار رسول عربی ﷺ کے ناموس اور ان کے دین و شریعت کی تحفظ میں اپنی زندگی وقف کر دی خود گالیاں سنیں لیکن انکی شان میں کسی گستاخی کو برداشت نہ کر سکے۔ آج یہ سید اپنے دادا نانا کے ناموس و عصمت اور ان کے دین و شریعت کے اس محافظ کے گستاخ کو بد دعا دیتا ہے کہ جلد ہی وہ خبیث بری موت مرے گا۔ اس وقت آپ کے چہرہ پر ایسا جلال طاری تھا کہ نگاہیں آپ کے چہرے کو دیکھنے کی متحمل نہیں ہو رہی تھیں۔

جلسہ ختم ہو گیا اور ۳، ۴ روز بعد یہ خبر ملی کہ وہ خبیث ،بد مذہبوں کا سرغنہ پاخانہ میں گیا تھا وہیں گرا اور گندگی میں لتھڑ کر مر گیا۔

سنی حضرات اس خبر کو سنکر بہت مسرور ہوئے اور حضور سید العلماء سے ان کی عقیدت دوچند ہو گئی۔ مخالفین بھی حضور سید العلماء کی ولایت و کرامت کے قائل ہو گئے۔

پی-اے-سی والے بت بنے تقریر کو سنتے رہے

محلّہ پورینیا تالاب بلرام پور کے ایک جلسے میں بڑے اور مشاہیر مقررین و علماء میں تنہا حضور سید العلماء ہی تھے بقیہ پاس پڑوس کے علماء و مقررین مدعو کئے گئے تھے۔ اسی دن رام لیلہ گراؤنڈ میں جن سنگھی لیڈر اٹل بہاری کا بھی پروگرام تھا۔ اس دن حضور سید العلماء نے تقریباً ۱۰ ربجے سے اپنی تقریر کا آغاز کیا۔ آپنے حضور خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہندوستان میں آمد۔ پرتھوی راج اور سلطان محمد غوری کی جنگ وغیرہ کو تقریر کا موضوع بنایا۔ آپ بہت ہی جوش میں بڑی گھن گرج کے ساتھ تقریر فرمارہے تھے۔ مسلمانوں کے دل جوش وولولہ سے بھرنے لگے تھے اور ہر سامع ایک مجاہدانہ شان میں نظر آرہا تھا۔ نعرہائے تکبیر ورسالت اور اسلام زندہ آباد اور خواجہ ، ہند کے راجہ زندہ آباد کے نعرے فضامیں گونج رہے تھے۔ اُدھر رام لیلہ گراؤنڈ سے اٹل بہاری کی سبھا سے جو جن سنگھی اور غیر مسلمین اس راستے سے لوٹ رہے تھے وہ سب حضور سید العلماء کی گھن گرج والی شعلہ بار تقریر سنکر جلسہ گاہ کے پاس رک رک جاتے تھے۔

اِدھر مسلمانوں کا جم غفیر دوسری جانب غیر مسلمین کا جمگھٹ۔ منتظمین جلسہ اور سامعین میں کچھ حضرات یہ حالت دیکھ کر گھبرائے۔ سرکار سید العلماء نے ان کی کیفیات بھانپ لی اور للکار کر فرمایا۔ مسلمان کسی سے ڈرتا ہے نہ گھبراتا ہے اسکا توکام ہی ہے کفر و شرک کو مٹانا اور کفار و مشرکین کی سرکوبی کرنا۔

مسلمانوں نے جب جلسہ گاہ سے کچھ فاصلہ پر غیر مسلمین کو کھڑے ہوئے دیکھا تو اور بھی جوش میں بھر کر نعرے لگانے لگے۔ ماحول بڑا ہی گرم تھا۔ تھوڑی دیر بعد چند پولیس والے اور پی-اے-سی کے جوان اِدھر آتے ہوئے نظر آئے۔ غالباً کسی جن سنگھی یا غیر مسلم نے یہ حالت دیکھ کر کہیں سے تھانے میں اطلاع دیدی تھی۔ پولیس کو دیکھ کر مسلمان اور بھی جوش میں بھر گئے اور سیدنا سید العلماء کی تقریر میں اور بھی گرمی آگئی۔ آپ نے گرج کر فرمایا:- سی-آئی-ڈی والے

کہیں چھپے بیٹھے ہوں تو سید کی تقریر کا لفظ لفظ نوٹ کر لیں اور یہ پولیس والے جو ابھی ابھی آئے ہیں یہ بھی سنیں اور جو جن سنگھی بہت دیر سے کھڑے ہیں وہ بیٹھ کر آرام سے سید کی باتوں کو سنیں۔ ارے یہ ہندوستان ہمارا ہے۔ یہ ہمارے خواجہ کا ہندوستان ہے۔ ہم نے تمہیں تہذیب وانسانیت سے آشنا کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کی گفتگو فرماتے رہے۔ کچھ دیر بعد غیر مسلمین کی بھیڑ چھٹتی گئی اور آخر ایک ایک کر کے سب کے سب چلے گئے۔ پولیس اور پی-اے-سی والے بھی تقریباً ۱۲/بجے لوٹ گئے۔

اس شب سید العلماء علیہ الرحمہ نے تقریباً ساڑھے تین گھنٹے تقریر فرمائی۔ اگلے روز کچھ غیر مسلموں کو مسلمانوں نے یہ بات کرتے سنا کہ رات والے ملاجی لگتا تھا عرب سے آئے تھے۔ ایسے ہی لمبے لمبے کرتے اور لمبی لمبی داڑھی والے مسلمان عرب سے آئے تھے اور انہوں نے ہندوستان پر اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔

حضور سید العلماء کو تاریخ پر بڑا عبور حاصل تھا۔ آپ کی تقریریں بڑی پرجوش ہوتی تھیں۔ کبھی کبھی آپ مقفع ومسجع تقریر بھی کرتے تھے۔ محرم الحرام کی دس گیارہ روزہ تقریریں تو یادگار تقاریر ہوا کرتی تھیں۔ شب عاشورہ کی تقریر خصوصیت کے ساتھ بہت ہی معلوماتی، اصلاحی، پرجوش اور ساتھ ہی ساتھ رقت آمیز ہوتی تھی۔ راقم نے آپ کی ممبئی کی تقریروں کی کیسٹس سنی ہیں اور استقامت ڈائجسٹ کانپور کے شہید اعظم نمبر میں شب عاشورہ کی جو تقریر پڑھی ہے وہ ایک یادگار اور تاریخی تقریر ہے اور آج کے لفاظ مقررین اس تقریر سے کئی تقریریں تیار کر سکتے ہیں البتہ وہ قابلیت، انداز، لب ولہجہ اور جذبۂ صادق کہاں سے لائیں گے۔

حضور سید العلماء اور شعر وادب

حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان ایک مرشد برحق، عظیم مبلغ وخطیب، بہترین حافظ وقاری، جید عالم دین اور صاحب فتویٰ وتقویٰ تو تھے ہی۔ آپ ایک شیوہ بیان شاعر اور سحر طراز ادیب ومصنف اور بہترین نقاد بھی تھے۔

آپ کا یہ شعر:-

کسی کی بے وجے کیوں ہم پکاریں کیا غرض ہم کو
ہمیں کافی ہے سیّد اپنا نعرہ یا رسول اللہ

بہت ہی مشہور اور زبان زد عام ہے اور اکثر سنی جلسوں میں پڑھا جاتا ہے اور بینروں پر لکھا جاتا ہے۔ آپ سیّد تخلص فرماتے تھے۔

آپ کا مندرجہ بالا شعر سنکر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے اس شعر

کروں مدح اہل دول رضاؔ پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

آپ نے نعتیں، منقبتیں، گاگر اور چادر وغیرہ لکھی ہیں۔ اگر آپ کے منظومات یکجا کر لئے جائیں تو اچھا خاصہ دیوان مرتب کیا جاسکتا ہے۔

حضور سید العلماء اور نثری ادب

حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتاویٰ بھی لکھے ہیں، مکتوبات، مقالات اور مضامین بھی اور علاوہ ان کے دینی ادب کے حوالے سے اپنی نثر نگاری کی خوبیوں کو اجاگر کرتے ہوئے اردو کے نثری ادب میں اضافہ فرمایا ہے۔ فی الوقت ان کا ایک مشہور ناول ’’نئی روشنی‘‘ راقم کے پیش نظر ہے۔ اگر اسی ناول کا جائزہ پیش کیا جائے تو ایک علیحدہ مضمون کی ضرورت پیش آئے گی لٰہذا پورے طور پر اس ناول کا فنی وادبی جائزہ نہ پیش کر کے ایک مختصر جائزہ پیش کر رہا ہوں۔

حضور سید العلماء کے والد ماجد حضرت سیدنا شاہ آل عبا رحمۃ اللہ علیہ خود ایک بڑے ادیب و مصنف تھے انہوں نے اردو ادب کو گرانقدر سرمایہ عطا کیا ہے۔

حضور کا تو تعلق ہی ایسے خانوادہ سے ہے کہ علم جس آستانے کا پہرہ دار اور زبان جہاں کی باندی ہے۔ اس خانوادے میں اوپر سے نیچے تک سب کے سب عالم و فاضل، ادیب و شاعر۔ علم و قلم

وزبان کے دھنی ہیں اور آسمان ولایت کے ماہ و نجوم اور حلم و کرم کے برستے ہوئے بادل ہیں۔ صاحب البرکات حضور سیدنا شاہ برکت اللہ رحمۃ اللہ عنہ جہاں ایک عظیم عالم اور ولی کامل تھے وہاں عربی، فارسی اور اردو کے ادیب و شاعر ہونے کے باوصف ہندی کے بھی بہت بڑے شاعر تھے۔ فارسی میں عشقی اور ہندی میں پیمی تخلص تھا۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات میں راقم ان سے ملاقات کیلئے مارہرہ مطہرہ حاضر ہوا تھا۔ وہاں ایک پنڈت بھی بیٹھا ہوا تھا جو کسی کالج میں ہندی کا لیکچرار تھا۔ بات حضور سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہ العزیز کی ہندی شاعری پر چل رہی تھی۔ اس پنڈت نے کہا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ حضرت صاحب (سید برکت اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہندی بھاشا کے اتنے بڑے کوی (شاعر) تھے تو میں تلسی داس پر پی-ایچ-ڈی نہ کرنے کے بجائے حضرت صاحب ہی پر پی-ایچ-ڈی کرتا جو کہ ہندی ریسرچ میں ایک نیا اضافہ ہوتا۔

بہر کیف خانوادۂ برکات میں از ابتداء تا سرکار آل رسول سرکار نوری و سرکار تاج العلماء سب کے سب علم و ادب کے کوہ گراں تھے۔ اور آج بھی ان سیدین کریمین۔ حضور سید العلماء و حضور احسن العلماء کے صاحبزادگان بھی علم و ادب اور ساتھ ہی ساتھ حلم و کرم کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں۔ ؎

این خانہ ہمہ آفتاب است!

جو ذرہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے۔

صاحبزادۂ سید العلماء حضور آل حسنین نظمی صاحب قبلہ بہت ہی ذی علم اور قوی صاحب قلم ہیں۔ بہترین نعت گو، مترجم اور نقاد ہیں۔ عربی، فارسی، اردو اور انگریزی زبان و ادب کے علاوہ ہندی پر بھی عبور رکھتے ہیں۔

صاحبزادگان سیدنا احسن العلماء بھی الحمد للہ علم و ادب میں یگانہ روزگار ہیں اور کرم و سخاوت میں یکتا ہیں۔ بالخصوص صاحبزادۂ اکبر۔ امین ملت حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب قبلہ۔

نئی روشنی-ایک مختصر جائزہ

نئی روشنی کا پلاٹ بہت ہی دلچسپ اور بہت خوب ہے۔ قاری اس ناول کو پڑھنا شروع کردے تو آخر تک ختم کئے بغیر بیچ میں چھوڑنا پسند نہیں کرے گا۔

اس میں ۱۸۵۷ء کے جنگ انقلاب کے بعد کے دہلی کے ایک امیر وکبیر مسلم خاندان کی کہانی ہے جو نیچریت کا پیرو اور مغربی تہذیب کا دیوانہ تھا۔

کہانی دلچسپ بھی ہے اور عبرت انگیز بھی اور اس میں اخیر میں اسلام کی حقانیت اور اسلامی تہذیب اور انسانیت کی سرخروئی اور فتح دکھائی گئی ہے۔

ناول کا پلاٹ صداقت اور خلوص پر مبنی ہے۔

ناول کا خلاصہ اس طرح ہے

"شیخ حفیظ الدین احمد الدین دہلی کے ایک معزز گھرانے کے فرد تھے۔ ۱۸۵۷ء کے محشر بدوش فتنے کے بعد جب برطانوی حکومت کو استحکام حاصل ہو جاتا ہے تو ہندوستانی بھی فرنگی تہذیب اور نیو لائٹ کو فخر کے ساتھ اپنانے لگتے ہیں۔ شیخ حفیظ الدین بھی اس تہذیب میں رنگ جاتے ہیں اور حکومت کی وفاداری کا دم بھرنے اور فرنگی کلچر کا لبادہ اوڑھنے کی وجہ سے انکا شمار مصلحین قوم میں ہونے لگتا ہے۔ گورنمنٹ انہیں "خان بہادر" کا خطاب دیتی ہے اور اب وہ پوری طرح فرنگی کلچر کے دھارے میں بہنے لگتے ہیں۔ شیخ صاحب نیچریت سے تو پہلے سے ہی متاثر تھے اور اب فرنگیت اور مغربیت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور انہوں نے اپنے بچوں کو بھی اس رنگ میں رنگنا شروع کر دیا۔ شیخ صاحب کے ایک صاحبزادے تھے حفیظ سلطان اور ایک صاحبزادی ثریا۔ دونوں کی انگریزی طرز پر پرورش ہونے لگی۔ اہلیہ شیخ صاحب نسیمہ خاتون بیچاری دیندار عورت تھیں لیکن اس اللہ کی بندی کا سننے والا کون تھا؟ شیخ صاحب نے ماسٹر نجم الحسن نامی ایک شخص کو ثریا کا ٹیوٹر مقرر کر دیا تھا جس کے ضمیر میں ہی خباثت اور فرنگیت رچی بسی تھی وہ دونوں بچوں کو اور بھی ہوا دینے لگا۔

دہلی میں ہیضہ پھوٹتا ہے اور شیخ صاحب ہیضہ کی نذر ہو جاتے ہیں۔ حفیظ سلطان کالج کی ٹیم کو کامیاب کرانے کی وجہ سے باپ کی میت تک میں شریک نہیں ہوتے۔

باپ کے مرنے کے بعد حفیظ سلطان شیخ صاحب کی تمام ریاست کے مالک ہو جاتے ہیں، یاروں کی بن آتی ہے۔ شراب و کباب اور رنگ رلیوں کی محفلیں آباد ہونے لگتی ہیں۔ ثریا اور نجم الحسن بھی کھل کر کھیلنے اور رنگ رلیوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ حفیظ سلطان کا کاروبار فرنگی حکومت کی کرپا اور حکام کی دعوتوں کی بدولت مزید چمک اٹھتا ہے۔ انہیں خان بہادری بھی ملجاتی ہے، دولت کی ریل پیل ہے اور شیطانی کھیل ہے۔ نسیمہ خاتون اندر ہی اندر کڑھتی رہتی ہیں اور بالآخر اپنے آخری وقت میں بچوں کو بلا کر نصیحت کرتی ہیں اور انہیں اپنے دین کو اپنانے اور اس پر قائم رہنے کی تلقین کرتی ہیں اور ماسٹر نجم الحسن سے دور رہنے کی نصیحت بھی کرتی ہیں مگر بچوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بالآخر وہ انتقال کر جاتی ہیں۔

دنیا کو دکھانے اور اپنی مسلمانیت ظاہر کرنے کیلئے حفیظ سلطان والدہ کا ''ینو فیشن چہلم'' کرتے ہیں۔ بازوؤں پر سیاہ بلے باندھے جاتے ہیں۔ شاندار ڈنر دیا جاتا ہے اور ماں کے جنازہ کے فوٹو پر ہار ڈال کر ہپ ہپ ہرے کے نعرے لگا کر چہلم کی رسم ادا کی جاتی ہے اور پھر شراب و کباب کا دور شروع ہو جاتا ہے۔

والدہ کے چہلم کے بعد ماسٹر نجم الحسن کے مشورے پر حفیظ سلطان ایک ''صحت گاہ'' غرباؑ کے مفت علاج کیلئے قائم کرتے ہیں جسکا مقصد ہوتا ہے عیاشی! نجم الحسن حفیظ سلطان کو میموں سے عیاشی کرا!تا ہے اور خاص طور سے مس للی کو ان کی محبوبہ کی شکل میں پیش کرتا ہے اور خود دوسری تتلیوں کے ساتھ رنگ رلیاں منانے کے ساتھ ساتھ ثریا سے بھی تعلق قائم رکھتا ہے۔ ثریا حاملہ ہو جاتی ہے اور پھر نجم الحسن اسے ورغلا کر اور کافی مال دولت اڑا کر اسے لیکر فرار ہو جاتا ہے۔

حفیظ سلطان بہن کے اس بے شرمی سے فرار ہو جانے کو برداشت نہیں کر پاتے ہیں اور ان کی صحت متاثر ہو جاتی ہے۔ وہ صحت گاہ بند کر دیتے ہیں اور ڈاکٹروں کے مشورے سے سال کا بیشتر حصہ دہلی سے باہر تفریح گاہوں میں گزارتے ہیں۔ مس للی ہر جگہ ان کی پرائیوٹ سکریٹری کی

حیثیت سے ان کے ساتھ ساتھ رہتی ہے۔ رفتہ رفتہ حفیظ سلطان بہن کا غم بھول جاتے ہیں۔

ایک روز حفیظ سلطان کو ثریا کا دکھ بھرا خط ملتا ہے جو وہ اپنے آخری وقت میں لکھتی ہے اور اپنی بپتا سناتی ہے کہ کس طرح نجم الحسن نے اسے پردیس میں لا کر تباہ کر دیا۔ بازاری عورتوں سے دل بہلاتا رہا اور کچھ کہنے پر لاتوں گھونسوں سے اسکی مرمت کرتا رہا اور بالآخر ایک دن گھر کی ساری دولت لیکر اسے اور اسکی بچی کو بے یار و مددگار چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

ثریا کے پاس کچھ بچی کھچی رقم تھی جس سے وہ ایک شریف بی بی کے ساتھ رہکر سلائی مشین خرید کر گزر بسر کرتی ہے اور بچیوں کی دینی تعلیم کیلئے اسنے ایک شبینہ مدرسہ بھی کھولدیا تھا۔ وہ کسی نہ کسی طرح زندگی بسر کر رہی تھی کہ ایک دن ایک بوڑھی عورت اپناد کھڑا سناتے ہوئے ثریا سے اس کے گھر میں پناہ چاہتی ہے۔ ثریا اس پر ترس کھا کر اسے پناہ دیدیتی ہے۔ اسے کیا پتہ تھا کہ یہ بڑھیا بہت بڑی مکارہ ہے اور "ٹھگوں کی بڑھیا" کے نام سے مشہور ہے۔ کچھ دنوں بعد ایک رات وہ گھر میں ڈاکہ ڈلوا دیتی ہے اور سب کچھ لٹ جاتا ہے۔ بڑھیا اسکی بچی کو جو اب تین سال کی ہو چکی تھی لے کر ڈاکوؤں کے ساتھ غائب ہو جاتی ہے۔ ڈاکوؤں کا سردار کوئی اور نہیں نجم الحسن ہی تھا۔

ثریا کو ڈاکٹروں نے دق تجویز کی تھی۔ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکی تھی۔ اس نے اپنے بھائی کو یہ خط لکھ کر یہ بھی درخواست کی تھی کہ اسکی بچی کو تلاش کر کے اسے اپنے پاس رکھ لیں۔ خط میں اسنے بھائی کو خبردار بھی کیا تھا کہ نجم الحسن انہیں بھی لوٹنے اور ختم کرنے کی دھمکی دے گیا ہے۔

یہ خط لکھ کر ثریا نے اپنی محسنہ شرفن بی کے حوالہ کر دیا تھا کہ اس کے مرنے کے بعد اس خط کے ساتھ حفیظ سلطان کو اسکے انتقال کی خبر بھی دیدی جائے۔ ثریا نے اپنی بربادی کا ذمہ دار پہلے اپنے باپ اور بعدہ بھائی کو ٹھہرایا تھا۔ باپ نے اسے نئی روشنی کے پالنے میں جھلایا، نیچریت کے کھلونے سے کھلایا، بھائی نے تہذیب فرنگ میں رنگ جانے اور بے پردہ نکلنے کی ترغیب دی۔ نجم الحسن کے ساتھ بے شرمی کا مظاہرہ کرتے دیکھا مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

اخیر میں ثریا تائب ہو کر ایمان کی تجدید کرتی ہے۔ مرتے وقت سورۂ یٰس سنتی ہے اور کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے موت سے ہم آغوش ہو جاتی ہے۔ ثریا نے بھائی کو بھی لکھا تھا کہ اب بھی وقت ہے

توبہ کرلیں اور اسلام کے دامن میں پناہ لے لیں۔

شیخ حفیظ سلطان اب بہن اور اسکی بچی کو تلاش کرنے کا ارادہ کرتے ہیں اور وکیلوں کو بلا کر صلاح مشورے کرتے ہیں۔

شیخ حفیظ سلطان صاحب صفدر آباد پہنچتے ہیں جہاں ان کی ملاقات اپنے خاندان کے ایک شخص سعید الحسن سی آئی ڈی انسپکٹر سے ہو جاتی ہے جو ان کے چھوٹے دادا کا پرپوتا اور ان کا بھتیجا ہوتا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ثریا نام کی ایک عورت لاچاروں کی طرح مر گئی ہے جس نے پولیس میں اپنی بچی غائب ہونے اور لٹ جانے کی رپورٹ بھی دی تھی۔

حفیظ سلطان سعید الحسن سے مذہبی گفتگو کرتے ہیں۔سعید الحسن ایک سنی عالم دین سے انکی ملاقات کراتے ہیں اور دو تین نشستوں میں مولانا صاحب نیچریت کا پول کھول کر اصل دین اسلام کا چہرہ حفیظ سلطان کو دکھاتے ہیں اور ان کا ذہن صاف کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔شیخ صاحب توبہ کر کے کلمہ پڑھتے ہیں اور اپنی درشتہ مس للی کو حقیقت سے آگاہ کر کے اس سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی بات کرتے ہیں۔وہ حقیقت جان کر اسلام قبول کر لیتی ہے اور اب اسکا نام "امتہ الاسلام" رکھا جاتا ہے۔اسلامی شرعی طریقہ سے حفیظ سلطان اور امتہ الاسلام کا عقد ہوتا ہے اور اس طرح ایک بدمذہب شخص اور ایک فرنگن اسلام کے پناہ میں آتے ہیں نیچریت اور فرنگیت کا طلسم ٹوٹ جاتا ہے۔

شہر فرخندہ آباد سے فاصلہ پر واصف آباد کے گنجان جنگلوں میں ڈاکوؤں کا گروہ آباد ہے۔ان کا سرغنہ کوئی اور نہیں ماسٹر نجم الحسن ہے۔ڈاکو جنگلی قسم کے لوگ ہیں۔عورتوں کا شکار، وحشت و بربریت، قتل وغارت گری اور دولت ہی ان کا شیوہ اور مذہب ہے۔یہ لوگ کام دیوتا کے پجاری ہیں۔

ایک دن سردار ماسٹر نجم الحسن ڈاکوؤں سے حفیظ سلطان کے خاندان کو تباہ کرنے، ان کی بہن کو لیکر فرار ہونے اور اسے تباہ کرنے کے بعد موت سے ہمکنار کرنے نیز اپنی بچی کی باتیں بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بچی تمہاری ہونے والی رانی ہے۔اب تمہیں اسی خاندان کے ہیڈ حفیظ سلطان کو جو دوبارہ مسلمان بن چکا ہے ختم کرنا ہے۔وہ کہتا ہے کہ اسنے اس حفیظ سلطان کا پتہ ٹھکانا معلوم کر لیا ہے

اور اس سے انتقام کا وقت آگیا ہے۔

امتہ الاسلام (پہلے کی مس للی) تیزی سے دین سیکھ رہی ہے۔ ذہن بہن بدل چکا ہے اور وہ اب کوئی اعلیٰ درجے کے دیندار گھر کی خاتون نظر آتی ہے۔ شیخ صاحب بھی اپنے حلیہ اور رہن سہن سے پورے مسلمان بن چکے ہیں۔

اِدھر انسپکٹر سعید الحسن ڈاکٹر کو نجم الحسن کے خفیہ اڈہ کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ ایک دن نجم الحسن شیخ صاحب کو ایک خط بھجواتا ہے جس میں تحریر ہوتا ہے :-

"کام دیوتا کے چرنوں میں نئی بھینٹ کی تیاری"

سعید الحسن شیخ صاحب کے بنگلہ کی حفاظت کا پورا بندوبست بذریعہ پولس کرادیتے ہیں۔ اسی شہر فرخندہ آباد میں چند پٹھان جو پہلے درویشی گھرانے کے تھے اور کسی نیک بزرگ سے مرید تھے اب جہالت اور اندھی عقیدت کی وجہ سے گمراہ ہو کر لوٹ مار و قتل و غارت گری کرنے لگے ہیں۔ نجم الحسن ان سے مدد مانگتا ہے۔

ایک رات نجم الحسن اپنے گروہ اور معاون پارٹی کو لیکر حفیظ سلطان کے بنگلے پر دھاوا بولتا ہے۔ پولیس بھی چوکنی ہے۔ سخت معرکہ آرائی ہوتی ہے کئی ڈاکو کام آجاتے ہیں انسپکٹر سعید الحسن زخمی ہو جاتے ہیں۔ ان کا نائب کمان سنبھال لیتا ہے۔

شیخ حفیظ سلطان بھی مسلح ہیں اور گھر کی عورتوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔ نجم الحسن دروازہ توڑ کر اندر آجاتا ہے۔ شیخ صاحب اسے للکارتے ہیں، وہ فائر کھول دیتا ہے شیخ صاحب دم توڑ دیتے ہیں۔ امتہ الاسلام یہ دیکھ کر تڑپ اٹھتی ہے اور نجم الحسن پر گولی چلا دیتی ہے وہ مردود ڈھیر ہو جاتا ہے۔ امتہ الاسلام بے ہوش ہو کر گر پڑتی ہے۔ جنگلیوں کے سردار نرسوگارم نے یہ حالت دیکھی تو چیخنے لگا۔ بھاگو بھاگو کام دیوتا ہم سے خفا ہو گیا۔ ڈاکو بھاگتے ہیں اور پولیس و حفیظ سلطان کے ملازمین گھوڑے پر سوار ہو کر پیچھا کرتے ہیں"۔

اس ناول کے اہم کردار ہیں۔ شیخ حفیظ سلطان جنگی فطرت کی اچھی عکاسی کی گئی ہے۔ نجم الحسن بھی ایک اہم کردار ہے۔ ایک منفی کردار، اسکا کردار بھی مصنف نے بڑی خوبی سے نبھایا ہے۔

کہانی بہت دلچسپ اور مذہبی رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے بعد ہندی مسلمانوں بالخصوص دولت مند گھرانوں کا جو حال تھا اسکا اچھا نقشہ مصنف نے کھینچا ہے۔ سرسید، حالی اور نیچریت کی پول بھی خوب کھولی ہے۔ اسلامی عقائد متعلقہ الوہیت، بنوت، ملائکہ، جنات، معاد و حشر وغیرہ حضور سید العلماء نے بہت ہی مدلل طریقے سے بیان فرمائے ہیں۔

مکالمے بھی خوب ہیں، عورتوں اور غیر مسلم اردو ناواقفین وغیرہ کی زبان کو عمدگی سے پیش کیا ہے۔ ہر کردار کی تعلیمی و تہذیبی اور فطری حیثیات کے مطابق اس کی زبان پیش کی ہے۔ بیان میں روانی اور سلاست ہے۔ کہیں کہیں معاشرہ پر طنز بھی ہے۔ شکم پرور مولویوں، نیچریوں، مغرب زدوں اور اندھے مریدوں پر بھی ہلکا ہلکا طنز کیا ہے۔

اس ناول میں مسلم معاشرہ کا نقشہ بھی ملتا ہے۔ اس میں سسپینس بھی ہے اور کہانی در کہانی بڑی دل چسپی بھی۔ مذہبیت بھی ہے اور بہت ہی تقدیسی اور دلچسپ انداز میں جلوہ گر ہے۔

بہر کیف زیر نظر ناول ایک بھرپور ناول ہے جس کا مطالعہ عصر حاضر کے مغرب زدہ مسلم نوجوانوں، کالج کے اسٹوڈنٹس نیز طلسم نیچریت و بد مذہبیت میں پھنسے ہوئے لوگوں کیلئے بڑا کارآمد ثابت ہوگا۔

حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

احسن العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ قاری سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب ۱۰ر شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۳ر فروری ۱۹۲۷ء مارہرہ مطہرہ میں تولد ہوئے۔

آپ کے نانا حضرت حضور سید ناشاہ ابو القاسم اسمٰعیل حسن علیہ الرحمہ نے ۱۴ر ماہ کی عمر میں بیعت کیا اور جملہ سلاسل قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرماکر، جملہ اوراد و اشغال و اعمال و اذکار وغیرہ کی اجازت عطا کر کے آپ کو اپنا سجادہ نشین فرمایا۔

آپ کے ماموں محترم۔ سرکار تاج العلماء علیہ الرحمہ نے تعلیم و تربیت فرمائی اور اپنے بیٹے کی طرح بلکہ بیٹا بنا کر آپ کی پرورش کی۔

حضور تاج العلماء کے علاوہ آپ کے اساتذہ میں حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی اعظمی، برادر اکبر حضور سید العلماء، شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ حشمت علی خاں اور مفتی خلیل احمد خاں برکاتی صاحبان رحمۃ اللہ علیہم کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

آپ بیک وقت مرشد برحق، جید عالم دین، باشعور مفتی، بہترین خطیب وادیب، بے لوث وبے باک مبلغ وترجمان اہل سنت اور شاعر تھے اور سچ تو یہ ہے کہ اہل سنت کی سرمدی سعادتوں کی ضمانت، قوم وملت کی امانت، علم وفن وادب کی آبرو۔ ہر سنی کی آرزوو جستجو تھے۔ صحیح معنی میں آسمان برکاتیت کے آفتاب، یقین کے ماہتاب، حق وصداقت کی کتاب، حلم وکرم کا سحاب، باطل کا دنداں شکن جواب، اور حق یہ ہے کہ لاجواب تھے۔

آپ نے لگ بھگ ۵۴/سال تک اسلام و سنیت کی بے لوث خدمت کی اور مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچم بلند کیا۔

شب سہ شنبہ ۱۵/ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۱/ستمبر ۱۹۹۵ء کو علم وفضیلت ومعرفت وطریقت وشریعت کا یہ آفتاب، یقین کا یہ ماہتاب، سنیوں کا چاند، مارہرہ اور بریلی کا چاند غروب ہو گیا۔

یقیناً وہ چاند تھے۔ ان کا چہرہ چاند، ان کی سیرت چاند، گفتار وکردار چاند، ہاں ہاں! وہ یقین کے چاند تھے۔ بے داغ چاند!

ان کی صورت نور کی تفسیر تھی
انکی سیرت آیہ تطہیر تھی
چہرہ تھا عکس رخ غوث الوریٰ
اک جھلک بیمار کو اکسیر تھی
آسمان علم کے شہباز تھے
ان کی ہر اک بات باتدبیر تھی
(حضور سید آل رسول حسنین نظمی)

بے شک وہ نوری گھرانے کے نوری چشم وچراغ تھے۔ کیا خوب فرمایا ہے حضور امام احمد رضا نے ؎

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا☆تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

اے کہ تیرے فکر سے پرنور ہیں سب کے دماغ

اے کہ تیری یاد سے روشن ہیں سینوں کے چراغ

(حضور سید محمد اشرف برکاتی)

کیا سراپا تھا یقین کے اس ماہ تاباں- سید ذی شاں سرکار حسن میاں کا(علیہ الرحمہ)

سبحان اللہ- سبحان اللہ!

سفید ریش ،سیہ چشم، صندلی رنگت

گلابی ہونٹ، کھڑی ناک، سروی قامت

نشان سجدہ تھا ماتھے پہ چاند کی صورت

فراخ سینہ الم نشرح کی کھلی قدرت

وہ زرد رنگ کا صافہ سفید چہرے پر

کہ جیسے مہر نے اوڑھی ہو ماہ کی چادر

(حضور سید محمد اشرف برکاتی)

حضور احسن العلما- کچھ یادیں کچھ باتیں

فراقؔ گورکھپوری نے اپنے بارے میں اپنی اوقات سے بڑھ کر بہت بڑی بات کہہ دی ہے۔ بالکل لا یعنی- یعنی!

آنے والی نسلیں تمپر فخر کریں گی اے لوگو

اور پوچھیں گی کیا تم نے فراقؔ کو دیکھا ہے

یہ محض شاعری اور تعلّی ہے۔ فراقؔ کیلئے یہ بات صادق نہیں اترتی البتہ یہ بات سچ ہے صرف اور صرف ہمارے اسلاف کیلئے۔ ہمارے مفتی اعظم ہند، ہمارے حافظ ملت اور ہمارے سید العلماء کیلئے اور یہ بات سچ اترتی ہے ہمارے احسن العلماء پر :-

یقیناً آنے والی نسلیں مجھ جیسے ان گنت لوگوں سے پوچھیں گی کہ اے لوگو! کیا تم نے مارہرہ کے مہر مبین۔ یقین کے ماہ حسین ـــــ احسن العلماء رحمۃ اللہ القوی المتین کو دیکھا ہے ؟

ہاں، ہاں ہمنے احسن العلماء کو دیکھا ہے۔ تو لاؤ ہم تمہاری آنکھوں کو چوم لیں۔

اے لوگو! کیا تم نے سرکار احسن العلماء کی دست بوسی و قدم بوسی کی ہے، کیا تم نے ان کے آستانۂ عالیہ کی حاضری دی ہے۔ کیا تم نے ان کی میٹھی میٹھی باتیں سنی ہیں ؟

ہاں، ہاں ہمیں ان تمام باتوں کا شرف حاصل ہے۔

تو لاؤ ہم تمہارے ہاتھ پاؤں چوم لیں، تمہارے لب چوم لیں۔

سبحان اللہ، سبحان اللہ! کیسی عظیم و مقدس تھی حضور احسن العلماء کی شخصیت! وہ یقیناً عظیم تھے جن کی زیارت انسان کو احساس کمتری کے بھنور سے نکال کر وقار و سرخروئی اور سکون و طمانیت کے ساحل پر کھڑا کر دیتی تھی۔

اس حقیر راقم کو بھی سرکار احسن العلماء سے متعدد بار ملنے، ان کی زیارت کرنے، گفتگو اور تقریر سننے، بات کرنے، دعائیں کرانے، نعمتیں لوٹنے، ان کی رحم و کرم کی بارش میں بھیگنے اور سرشار ہونے اور ان کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ کبھی حضرت جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری صاحب کے ہمراہ، کبھی تنہا مارہرہ مطہرہ میں، بریلی شریف میں، ممبئی میں اور کراچی میں، کاسگنج اور بدایوں میں۔

حضور احسن العلماء کی اقتدا میں نماز پڑھنے کا کیا لطف آتا تھا۔ یوں تو مارہرہ شریف ممبئی اور کراچی مین انکی اقتداء میں نماز کی ادائیگی کا کئی بار موقع ملا ہے لیکن ایک بار ممبئی کھڑک مسجد میں آپ کے پیچھے ختم تراویح پڑھنے کا جو شرف حاصل ہوا اسکا لطف ہی کچھ اور تھا۔ کیا قرآن پڑھتے تھے۔ ایک ایک لفظ صاف صاف، کانوں سے اتر کر سینہ و دل میں نور اترتا چلا جارہا تھا۔ بیس رکعتیں کب ختم ہوئیں احساس تک نہ ہوا۔ نہ کوئی اکتاہٹ نہ تھکان۔ کیوں نہ ہو خانوادہ نور کا نوری شہزادہ نوری کلام سنائے تو وقت بھی نورانیت کے ساتھ کیوں نہ گزرتا چلا جائے۔

حضور احسن العلماء نے اپنے والد گرامی قدر سیدنا سرکار آل عبا قدس سرہ العزیز کا چہلم

شریف ممبئی میں منعقد کیا تھا۔راقم حضور علامہ اختر رضاخاں صاحب ازہری کے ساتھ لنکا میں تھا۔اسی دن روانگی تھی۔ ممبئی ہوائی اڈے پر اترے اور سیدھے کھڑک مسجد آگئے۔ تقریب کا آغاز ہونے ہی والا تھا، حضور احسن العلماء نے علامہ ازہری صاحب کا کھڑے ہو کر استقبال کیا اور بہت خوش ہوئے۔راقم کو بہت دعائیں دیں اور فرمایا نعیم میاں بہت ہی موقع سے آپ علامہ ازہری صاحب کو لے آئے۔

حضور احسن العلماء نے اس موقع پر بہت ہی نفیس تقریر فرمائی۔

جس سال حج و زیارت کے موقع پر حضرت علامہ ازہری صاحب قبلہ کو مکہ معظّمہ میں نجدی حکومت نے گرفتار کیا تھا،اس سال واپسی پر آنے کے کچھ دنوں بعد علامہ موصوف عمرہ کو گئے ، حکومت نجدیہ نے انہیں خود ویزا دیکر بلوایا تھا۔ حضرت علامہ جب ممبئی لوٹے اور حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ سے ملنے کیلئے کھڑک مسجد گئے تو حضرت نے ان کا پر تپاک خیر مقدم کیا۔اپنے برابر تخت پر بٹھایا،دعائیں کیں اور فرمایا ؎

تو جسے للکار دے آتا ہو تو الٹا پھر جائے
تو جسے چمکار لے ہر پھر کے وہ تیرا تیرا

الحمد للہ! حکومت تو میرے آقا کی ہے۔ بھلا وہ اپنے غلاموں کو چمکار کر کیوں نہ بلاتے ؟

ایک بار راقم حضرت علامہ ازہری کو چھوڑنے کیلئے ممبئی گیا تھا۔ حضرت عمرہ کو جا رہے تھے۔انہوں نے مجھے تاکید کردی تھی کہ بریلی شریف واپسی میں مارہرہ شریف ہوتے ہوئے جانا اور حضرت احسن العلماء سے دعا کرانا۔

واپسی میں راقم متھرا ہوتے ہوئے مارہرہ شریف حاضر ہوا۔دن کے قریب بارہ بجے تھے۔ معلوم ہوا کہ سرکار کی طبیعت ناساز ہے۔ حضور سے کہلوانے کی ہمت نہ ہوئی کہ غلام حاضر ہوا ہے۔ حضور کے خادم رفیق خاں صاحب نے چائے پلوائی۔راقم نے ظہر کی نماز بھی پڑھ لی اور انتظار کرتے کرتے ڈھائی کا وقت ہو گیا۔اب فکر لاحق ہوئی کہ یہاں سے بس شام کے بعد ملتی بھی نہیں اور بعد مغرب نکلنے میں بھی خطرہ رہتا ہے۔ کیا کریں ؟

راقم کو بڑی بے چینی ہو رہی تھی۔ جانے کیسے حضور کو خبر ہو گئی کہ بریلوی خادم عزیزی غلام آیا ہوا ہے۔ حضور نے پردہ کرا کر غلام کو اندر بلوالیا۔ غلام نے دست بوسی وقدمبوسی کی علامہ ازہری صاحب کی بابت خبر دی اور دعا کرائی۔ حضرت بہت ہی شفقت سے پیش آئے بڑا کرم فرمایا۔ لسی سے تواضع فرمائی اور مٹی کے بڑے بڑے کوزہ میں لذیز خوشبودار لسی پلوائی۔ سبحان اللہ! یہ لسی مارہرہ مطہرہ میں حضور ہی کے یہاں اور بھی مواقع پر پینے کو مل چکا تھا۔ ایسی لسی کہیں اور پینا نصیب نہ ہوا۔

مغرب کے فوراً بعد حضرت نے کھانا کھلوایا اور خادم سے اس حقیر خادم راقم کیلئے رکشہ بلوایا اور خادم سرکار احسن العلماء کی دست بوسی وقدم بوسی کر کے ان کی دعاؤں کی پناہ میں مارہرہ ریلوے اسٹیشن کیلئے روانہ ہوا۔

عرس سید العلماء اور عرس قاسمی میں شرکت کے مواقع پر بھی حضور احسن العلماء سے ملنے اور ان کی تقریر سننے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ایک بار عرس سرکار سید العلماء میں راقم جب علامہ ازہری صاحب قبلہ کے ساتھ حاضر ہوا تو عرس کا پروگرام چل رہا تھا۔ حضور احسن العلماء نے علامہ ازہری صاحب کو دیکھتے ہی مائک پر ان کی آمد کا اعلان کیا اور بعد میں خود ان کا مختصر تعارف کراتے ہوئے آخر میں ان سے تقریر کرائی۔

کیا اخلاق تھا، کیا کرم نوازی تھی؟ ہر عرس میں ہر عالم اور شاعر کو یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے شعراء کو بھی نذرانہ عطا فرماتے تھے۔ راقم جیسے حقیر کو بھی سرکار نے دوبار نوازا ہے۔ خیر ہم تو انہیں کے در کے بھکاری ہیں۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر! عصر حاضر کے پیروں کے کروفر، غرور وتکبر، نمائش اور نذرانہ وصولی سے دور غلاموں سے اس طرح ملتے، انہیں اس طرح نوازتے کہ بس۔

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو

(علامہ حسنؔ بریلوی)

اور اکثر و بیشتر کرم نوازی کا یہ عالم ہوتا کہ بس ؂

تم کو تو غلاموں سے ہے کچھ ایسی محبت
ہے ترک ادب ورنہ کہیں ہم پہ فدا ہو
(علامہ حسنؔ بریلوی)

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی خوبیوں کو کہاں تک بیان کروں۔ ایک دو یا درجن دو درجن خوبیاں ہوں تو انسان گنائے بھی جو مجسم خوبی ہو اسکی خوبیوں اور شخصیت کو کون اجاگر کر سکتا ہے۔ کہاں تک سناؤں حضور کے حوالے سے آپ بیتی حالانکہ جو لطف آپ بیتی میں ہے وہ جگ بیتی میں نہیں اور حضور تو وہ ہیں جنہیں سارا جگ جانتا ہے، ان کی جگ بیتی بھلا راقم کیا سنا سکتا ہے وہ نہ صرف اپنے جگ اور زمانہ کے اس جگ کی روشنی تھے بلکہ ہر جگ کی روشنی ہیں۔ وہ تو سنی جگت کے سید و سردار تھے۔

حضور احسن العلماء نے علم و ادب، رشد و ہدایت، اخلاق و مروت و محبت اور دین کی تبلیغ و اشاعت کے جو حسین اور روشن نقوش چھوڑے ہیں وہ انمٹ ہیں۔

ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر
فنا کے بعد باقی ہے شان رہبری تیری

احسن العلماء اور امام احمد رضا

سیدنا سرکار احسن العلماء اپنی ہر مجلس اور ہر تقریر میں حضور اعلیٰ حضرت کا ذکر ضرور فرماتے اور نہایت ہی والہانہ انداز میں ذکر فرماتے۔

وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے خاندان میں بچوں کو اعلیٰ حضرت کا نام گھٹی میں پلایا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت ہمارے اجداد کے سپہ سالار اعظم اور وزیر اعظم ہیں۔

جب خلیل بجنوری سے مناظرہ کی بات چل رہی تھی تو آپ نے دوران گفتگو فرمایا کہ ہمارے دو مضبوط قلعے تھے۔ ایک بدایوں، ایک بریلی، بدایوں تو ٹوٹ چکا ہے لیکن الحمد للہ ہمارا بریلی

شریف کا قلعہ ایسا مضبوط ہے کہ اسے کوئی توڑ نہیں سکتا اور ہمارے اعلیٰ حضرت سب پر بھاری اور سب کیلئے کافی ہیں۔

آپ امام احمد رضا کے دیوان کے حافظ تھے۔ اشعار رضاؔ بہت ہی حسن کے ساتھ اور بڑے ہی پیارے اور والہانہ انداز میں پڑھتے تھے اور ہر شعر کی بہت ہی نفیس و حسین تشریح فرماتے تھے۔ آپ یقیناً رضاؔ کی شاعری پر اتھارٹی تھے۔ آپ کو ماہر رضویات کہا جائے تو مبالغہ اور بیجانہ ہوگا۔

آپ کی توبات ہی بڑی تھی۔ آپ کے خانوادہ کا ہر فرد رضاؔ پر اتھارٹی ہے۔ وہ لوگ جو امام احمد رضا کے علم و فضل پر شک کرتے ہیں اور نکتہ چینی میں مصروف رہتے ہیں ان کیلئے حضور احسن العلماء کے صاحبزادہ ذی وقار حضور سید محمد اشرف صاحب کے یہ اشعار ہی کافی ہیں۔

منار قصر رضاؔ بلند کافی ہے
تم اس کے پہلے ہی زینے پہ چڑھ کے دکھلادو
فتاویٰ رضویہ تو اک کرامت ہے
ذرا حدائق بخشش ہی پڑھ کے دکھلا دو

مسلک رضا کے شیدائی

حضور احسن العلماء مسلک رضا کے شیدائی تھے۔

حضور امین ملت سید ناشاہ محمد امین میاں مارہروی دامت برکاتہم القدسیہ لکھتے ہیں:-

"دن میں کئی بار اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تذکرہ کرنا ان کی عادت تھی۔ ہم بھائیوں سے کہتے تھے کہ میرا جو مرید مسلک اعلیٰ حضرت سے ذرا بھی ہٹ جائے تو میں اس کی بیعت سے بیزار ہوں اور میرا کوئی ذمہ نہیں ہے---- یہ میری زندگی میں نصیحت اور میرے وصال کے بعد میری وصیت ہے"۔

(اہل سنت کی آواز ص ۲۸ ۱۹۹۵ء)

حضور امین ملت قبلہ مزید تحریر فرماتے ہیں :-

”انتقال سے چند روز قبل برادرم سید نجیب حیدر نوری سے فرمایا کہ بیٹا مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے مسلک حق کو ہمیشہ مضبوطی سے تھامے رہنا۔ در حقیقت مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نئی چیز نہیں ہے کہ یہی مسلک صاحب البرکات ہے، مسلک غوث اعظم ہے، مسلک امام اعظم ہے اور مسلک صدیق اکبر ہے“۔ (اہل سنت کی آواز ص ۲۸)

آپ اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کا ذکر ”میرے اعلیٰ حضرت، میرے مفتی اعظم کہہ کر فرماتے تھے“۔

آپ اعلیٰ حضرت کو ”رضائے آل رسول“ فرماتے تھے۔

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر)

آپ بیشک مسلک اعلیٰ حضرت کے بے لوث ناشر و ترجمان تھے۔ جانشین مفتی اعظم مفتی اختر رضا خاں صاحب لکھتے ہیں ؎

اے نقیب اعلیٰحضرت مظہر حیدر حسن
اے بہار باغ زہرا میرے برکاتی چمن

حضور احسن العلماء نے حضور اعلیٰ حضرت کی کئی منقبتیں لکھی ہیں۔ ایک منقبت کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے اور امام احمد رضا سے ان کی محبت دیکھئے ؎

چہرۂ زیبا ترا احمد رضا
آئینہ ہے حق نما احمد رضا
علم تیرا بحر نا پیدا کنار
ظل علم مرتضیٰ احمد رضا
تیرے مرشد حضرت آل رسول
ان کو تجھ پہ ناز تھا احمد رضا
اپنے برکاتی گھرانے کا چراغ

تجھ کو نوری نے کہا احمد رضا
سنیوں پر یہ تیرا احسان ہے
اپنے دامن میں لیا احمد رضا
یاد کرتا ہے تجھے تیرا حسن
اس کے حق میں کر دعا احمد رضا

حضور احسن العلماء - حضور حافظ ملت

اور الجامعۃ الاشرفیہ

حضور احسن العلماء، حضور حافظ ملت کے علم و فضل اور ان کے دینی و تعلیمی کارناموں کی بڑی قدر کرتے تھے اور ان سے انہیں بہت محبت تھی۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ نے حافظ ملت نمبر اشرفیہ کیلئے جو پیغام ارسال کیا تھا اسکے اقتباس ملاحظہ کیجئے :-

"مجھ جیسے طالب علم کیلئے ایسے عظیم الشان نمبر کیلئے جو ایسی ذات گرامی سے منسوب ہے جس کے ادنیٰ خوشہ چیں حکمت و دانش اور علم و معرفت کی چلتی پھرتی یونیورسٹیاں ہیں ----

علم و حکمت کا یہ درخشندہ آفتاب جسکی ضیاء باری سے اقطار ہند و بیرون ہند اور جسکی شعائیں دور دور تک بکھری ہوئی ہیں جو یقیناً کھانے کے دستر خوان سے لیکر محراب و منبر اور درس و افتاء سے تخت مشیخت تک حافظ ملت تھے (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر)

حضور احسن العلماء کو الجامعہ الاشرفیہ پر بڑا ناز تھا۔ وہ اسے سنیت اور سنیوں کی آبرو فرمایا کرتے تھے۔

احسن العلماء اور ہم عصر علماء

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ اپنے معاصر علماء سے بہت ہی محبت فرماتے تھے اور ان کا بڑا احترام بھی کرتے تھے۔

نائب مفتی اعظم حضرتِ علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی کے علم سے بہت متاثر تھے۔ کہا کرتے تھے کہ ان کا علم ٹھنکا ٹھنکایا ہے۔ خلیل بجنوری کی کیا بساط میرے مفتی سے مقابلہ کر سکے۔

آپ نے خلیل بجنوری سے مناظرہ میں اہم رول ادا کیا تھا اور آپ کے بدایونی مریدین نے اس مناظرہ میں علماء کی خدمت کا اچھا انتظام کیا تھا۔

شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں قدس سرہ العزیز تو آپ کے اساتذہ میں تھے آپ ان کا ذکر احترام کے ساتھ کرتے تھے۔

حضور احسن العلماء تو اپنے چھوٹوں اور خادموں و غلاموں سے بھی بہت محبت اور ان کی عزت کرتے تھے پھر اکابرین سے کیوں نہ اسقدر محبت کرتے اور ان کا احترام فرماتے؟

حضور احسن العلماء کے خلفاء و مریدین

حضرت احسن العلماء نے کم ہی لوگوں کو خلافت و اجازت عطا فرمائی ہے۔ ان کے خلفاء میں زیادہ تر علماء ہیں۔ نائب مفتی اعظم مولانا مفتی شریف الحق امجدی، جانشین مفتی اعظم مولانا مفتی اختر رضا خاں صاحب ازہری، حضرت مفتی محمد خلیل صاحب برکاتی، حضرت مفتی عبد المنان صاحب، حضرت مفتی جلال الدین صاحب، حضرت مفتی مظفر احمد داتا گنجوی اور حضرت مولانا صوفی نظام الدین صاحب جیسے نامورانِ زمانہ جن کے خلفاء ہوں ایسے مرشد کے علم و فضل اور تب و تاب روحانیت کا کیا عالم رہا ہوگا؟

آپ کے مریدین بھارت کے مختلف علاقوں سے لیکر پاکستان، بنگلہ دیش، دار السلام، جنوبی افریقہ، ملاوی، زمبابوے اور مختلف یورپی ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔

آپ کے بھتیجے حضرت علامہ سید آل رسول حسنین نظمی قبلہ اور آپ کے چاروں

صاحبزادگان حضرت امین ملت سیدنا شاہ علامہ ڈاکٹر محمد امین میاں، حضور سید محمد اشرف صاحب ، حضور سید محمد افضل صاحب اور حضور سید نجیب حیدر صاحب بھی آپ کے قابل قدر خلفاء میں ہیں۔ حضور سیدنا آل رسول حسنین صاحب نظمی کو آپنے سب سے پہلے خلافت واجازت سے نوازا تھا۔

خلاصۂ کلام

حضور احسن العلماء بیک وقت مرشد طریقت ،عالم شریعت، مفتی دین، حافظ ، قاری ،حاجی، مبلغ اور خطیب بھی تھے اور شاعر وادیب بھی۔

آپ نے اہم فتاویٰ بھی لکھے ہیں، اپنا سفر نامہ بھی لکھا ہے، مکتوبات، مضامین اور مقالات بھی لکھے ہیں اور نعتیں ومنقبتیں بھی لکھی ہیں۔

ضرورت ہے کہ آپ کے نگارشات اور افکار کو منظر عام پر لایا جائے۔ راقم اس مضمون میں حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی شاعری اور نثر نگاری کا ایک مختصر جائزہ پیش کرنے کی سعادت بھی حاصل کرے گا۔

احسن العلماء کی تقدیسی شاعری

بہت سے شعراء نے شاعری کو کفر کی دہلیز تک پہنچایا اور اس کے توسط سے قوم کے افراد کو گمراہی کے غار میں ڈھکیل دیا لیکن ہمارے اسلاف نے اپنے فکر وجذبہ کی صداقت وپاکیزگی سے شاعری کو راہ مستقیم پر لاکھڑا کیا اور اپنی تقدیسی شاعری کے توسط سے عقائد وایمان کو عطر بیزی و شادابی عطا کی۔ ذہن وفکر کو جلاء بخشی اور زبان وادب کو پیراہن تقدیس عطا کیا۔

امام احمد رضا نے ۱۴ ردیں صدی ہجری میں اردو کی تقدیسی شاعری کے ذریعہ ادب وزبان سے لیکر عقائد وایمان اور ذہن وفکر ونظر سے لیکر قلب وجگر کو جو نکہت ونور اور کیف وسرور عطا کیا وہ ایک تاریخی حقیقت ہے اور آج زمانہ انہیں امام اہل سنن کے ساتھ ساتھ شاہ ملک سخن بھی تسلیم

کرتا ہے۔

ڈاکٹر ریاض مجید برملا اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ اردو نعت کی ترویج واشاعت میں امام احمد رضا کا حصہ سب سے زیادہ ہے لکھتے ہیں :-

"کسی ایک شاعر نے اردو نعت پر وہ اثرات نہیں ڈالے جو مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی نے انہوں نے نہ صرف یہ کہ اعلیٰ معیاری نعتیں تخلیق کیں بلکہ ان کے زیر اثر نعت کے ایک منفرد دبستاں کی تشکیل ہوئی"۔

(اردو میں نعت گوئی مطبوعہ اقبال اکادمی پاکستان ص ۴۲۰)

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان بھی امام احمد رضا کے دبستان نعت سے تعلق رکھتے ہیں :- حضور احسن العلماء کی شاعری عقیدہ وعقیدت کی مظہر ہے۔

نعت ومنقبت جہاں عقیدت مصطفیٰ واولیاء علیہ و رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بغیر کہی نہیں جاسکتیں وہیں عقیدہ کے بغیر نہ صرف یہ کہ تقدیسی یا مذہبی شاعری بلکہ کسی بھی قسم اور نوع کی شاعری نہیں کی جاسکتی۔

احسن العلماء حضور سید حسن میاں قبلہ قدس سرہ العزیز نے نعتیں، منقبتیں، چادر اور گاگر سبھی کچھ لکھی ہیں :-

ان کے چند نعتیہ اشعار ملاحظہ کیجئے :-

انہیں کے جلوے ظاہر، ہر مکاں ہیں
یہی تو شاہ بزم لا مکاں ہیں
خدا نے عرش پر جن کو بلایا
یہی تو وہ معزز میہماں ہیں
ہر اک دل میں بسی ہے ان کی خوشبو
گلستانوں کی یہ روح رواں ہیں
یہی بے شک ہنائے این و آں ہیں

ہے پیدائش انہیں کی اصل عالم

مندرجہ بالا اشعار سے جہاں حضور جان نور، سرکار ابد قرار، مدنی محبوب ﷺ سے شاعر کی والہانہ محبت و عقیدت ظاہر ہوتی ہے وہاں اسکا وہ عقیدہ بھی ظاہر ہوتا ہے جو اصل اسلامی عقیدہ ہے اور قرآن و سنت و اخبار و آثار سے ثابت ہے یعنی حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں، نور ہیں، اصل تکوین عالم ہیں اور انہیں جسمانی معراج ہوئی تھی اور مکہ معظمہ سے مسجد اقصیٰ اور وہاں سے آسمان جنت دوزخ، عرش و کرسی وغیرہ کی سیر کرتے ہوئے لامکاں میں انہیں ماتھے کی آنکھوں سے خدائے لم یزل کا دیدار ہوا۔

قیامت میں مجھے اپنے گناہوں کا نہیں کھٹکا
خدا کے فضل سے جب تم شفیع روز محشر ہو

حضرت احسن العلماء قدس سرہ نے مناقب اولیاء میں بھی عقیدہ کا اظہار کیا ہے۔
حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوث اعظم تسلیم کرتے ہوئے ان سے مدد طلب کررہے ہیں۔ یہ وسیلہ کا عقیدہ ہے اور اصل اسلامی عقیدہ ہے۔

ہو ادھر چشم کرم پیران پیر
آستانے پر کھڑا ہے ایک فقیر
واسطہ حسنین کا سن لیجئے
مشکلیں آسان میری کیجئے
المدد یاغوث اعظم المدد
المدد یا قطب اکرم المدد

گاگر و چادر

یہ رسم ایک مدت سے چلی آرہی ہے کہ بزرگان دین کے اعراس میں سر پر گاگر اور چادر رکھ

کر جلوس کی شکل میں نعت و منقبت پڑھتے ہوئے لایا جاتا ہے۔ ایسے موقع پر صاحب مزار کے فضائل بیان کئے جاتے ہیں۔ ان کی منقبت خوانی کی جاتی ہے۔

گاگر میں شربت ہوتا ہے جسے نیاز مندوں اور زائرین میں تقسیم کیا جاتا ہے اور چادر مزار پر چڑھائی جاتی ہے۔ محبت و عقیدت کی یہ رسم فیوض و برکات کے حصول کا ذریعہ بھی ہے اور صاحب مزار سے عقیدت و نیاز کیشی کو بڑھانے اور اجالنے کا اعلیٰ تقدیسی طریقہ !

حضور احسن العلماء نے اپنے نانا جان، مرشد ذی شان، برکاتیت کی آن بان حضرت سیدنا شاہ اسمٰعیل حسن قاسم میاں نور اللہ مرقدہ کی گاگر اور چادر دونوں لکھی ہیں۔ ان کی مختلف نظموں سے گاگر کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے

بڑی شان سے دیکھو آتی ہے گاگر
درشاہ قاسم پہ جاتی ہے گاگر
دلوں کی کدورت مٹاتی ہے گاگر
نبی کی محبت جماتی ہے گاگر
رضاؔ کے غلامو! چلو تم بھی آؤ
کہ تم کو رضاؔ سے ملاتی ہے گاگر
حسنؔ اسکو لیکر چلو تم تو سر پر
کہ بخشش کا مژدہ سناتی ہے گاگر

☆

ہے مارہرہ فردوس جنکے قدم سے
یہ گاگر ہے ان سید الاتقاء کی
ہیں مارہرہ میں آج بغدادی جلوے
یہ گاگر ہے شیدائے غوث الوریٰ کی

مندرجہ ذیل اشعار میں احسن العلماء کی داخلی کیفیت اور عقیدت مرشد کا والہانہ پن دیکھنے کے لائق

ہے۔ساتھ ہی سلاست وروانی اور بیان کازور بھی ملاحظہ کرتے چلیں۔

تلمیحات واقتباسات

اسلامی تقدیسی شاعری کاحسن ووقار قرآن واحادیث کے حوالوں اور تلمیحات کے استعمال سے دوبالا ہو جاتا ہے۔

چند اشعار ملاحظہ کیجئے :۔۔

اشداء علی الکفار ہے شان مومن
تو کیونکر نہ ہم نجدیوں کو جلائیں
وہابی سے کہہ دو کہ ہے عرس سنت
علیٰ راس حول اسے ہم سنائیں
ابو بکر و فاروق و عثمان و حیدر
ہم ان کی ثنا کے نہ کیوں گیت گائیں
گل حب زہرا و در نجف سے
چلو شاہ قاسم کی گاگر سجائیں

مندرجہ بالا اشعار میں شعر نمبر ۳ ر میں طنز ونشتریت کے جلوے بھی موجود ہیں۔

طنز ونشتر کے مزید جلوے دیکھئے

ہیں کفار دور رحمت سے انکی
یہ حکم شریعت سناتی ہے گاگر
وہابی نہ کیوں کر کہے شرک وبدعت
کہ اس پر تو آرہ چلاتی ہے گاگر
نہ کیوں نیچری اسکے سائے سے بھاگے

کہ بے دینوں کے دل ہلاتی ہے گاگر
نہ کیوں اس سے نفرت کریں رافضی بھی
کہ مدح صحابہ سناتی ہے گاگر

بد مذہبوں کارد اور ان پر طنز کے تیر برسانا حسانی سنت ہے اور سنت رضا بھی۔

حضرت احسن العلماء کی زبان وبیان میں سلاست اور روانی غضب کی ہے اور ضعت گری سے مبراان کی شاعری جذبے کی صداقت اور التہاب کا آئینہ دار ہے۔ان کے اشعار میں رسول اکرم ﷺ اور اولیائے کرام یا ممدوحین سے وارفتگی و شیفتگی بہت نمایاں ہے۔

ضرورت ہے کہ حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کا نعتیہ و منقبتیہ کلام یکجا کیا جائے تاکہ مسلمانان اہل سنت اور ادب کے طلبہ کے عقائد وایمان اور ذوق وشوق کی نورباری اور عطر بیزی کا سامان اس راہ سے بھی فراہم ہو۔

نثر اردو اور سرکار احسن العلماء

احسن العلماء حضرت علامہ سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں برکاتی قدس سرہ العزیز عربی، فارسی اور اردو زبان وادب پر لبیک وقت قدرت رکھتے تھے اور حقیقۃ اردو کا اسکالر اور ادیب و مصنف وہی ہوتا ہے جو اردو کے ساتھ ساتھ عربی و فارسی کا بھی اسکالر ہو۔ حضور سید العلماء ان زبانوں پر عبور کے علاوہ ان کے ادب پر بھی عبور رکھتے تھے۔علاوہ ان کے انگریزی سے بھی آپ کی بڑی اچھی واقفیت تھی۔ آپ کو نظم و نثر دونوں میں یکساں قدرت تھی۔ آپ کا مطالعہ ازحد وسیع او رذوق بہت ہی نکھرا ستھرا تھا۔

ان کی روزمرہ کی باتیں اور مجلسی گفتگو ہی اس قدر پر کیف ہوتی تھی اور وہ بات میں اس طرح بات پیدا کرتے تھے اور نکتہ آفرینی کا کمال پیش فرماتے تھے کہ ان کے پاس سے اٹھنے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا۔بس دل یہی چاہتا تھا کہ وہ گوہر فشانی فرماتے رہیں اور جہان سماعت اور کائنات وجدان و ذوق کیف وسرور میں شرابور ہوتے رہیں۔

ظاہر ہے ایسی عظیم علمی وادبی شخصیت جب بزم تحریر آراستہ کریگا۔ قلم سے علم وادب کے موتی لٹائے گا تو اس کی زبان اور طرز اداکا کیا عالم ہوگا؟

فی الوقت حضور احسن العماء کی کوئی مستقل نثری تصنیف تو راقم کے پیش نظر نہیں ہے البتہ فتاویٰ کی شکل میں چند شرعی ودینی سوالات کے جوابات، چند مضامین، ان کی خود نوشت روداد سفر، انکی اپنی سجادگی کے رسم کی کہانی خود انکی زبانی نیز چند خطوط ضرور راقم کے پیش نظر ہیں، انہیں کی روشنی میں ان کی نثر نگاری کا جائزہ لیا جائیگا۔

اس سے قبل کہ حضرت احسن العلماء کی تحریروں کا جائزہ لیا جائے مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ کیجئے جسے یا تو انہوں نے اپنی زبان سے ادا فرمایا اور اس ملفوظی شکل کو تحریری روپ دیدیا گیا یا پھر یہ ان ہی کی کسی تحریر کا اقتباس ہے بہر حال اس اقتباس میں آپ کے فکر کی تب وتاب وبلاغت اور متانت کے جلوے دیکھئے:۔

"یہی حقیقی انسان یعنی مرد مومن متقی اس میدان عشق و محبت میں کڑی سے کڑی مصیبتیں جھیلتا ہوا سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرتا ہوا اپنی لگن میں آگے بڑھتا ہی رہتا ہے۔ اسکا مقصود اصلی رضائے دوست و طلب محبوب ہوا کرتا ہے۔ خواہ یہ مقصد اسے سر کٹا کر ہی کیوں نہ حاصل کرنا پڑے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اپنا سب کچھ اس راہ عشق میں قربان کردینے کے بعد بھی اگر اسے وصال محبوب حاصل ہو جائے تو یہی حاصل زندگانی ہے"۔

(اہل سنت کی آواز ۱۹۹۵ء ص ۱۱)

حضور احسن العلماء کی تحریریں مذہبی ہیں۔ انہوں نے موضوع ہی کو تحریر کی اصل سمجھا ہے اسی لئے ان کا سارا زور بیان اپنے افکار وحالات کے موثر ابلاغ کیلئے وقف ہے۔ ان کی نثر عربی و فارسی الفاظ وتراکیب سے مملو ہونے کے باوجود سماعت کو ناگوار نہیں معلوم ہوتی رہتی بلکہ ایک کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ انہوں نے ہر جگہ فطری انداز بیان اختیار کیا ہے۔ چند اقتباسات ملاحظہ کیجئے:۔

"یاللعجب یہ بیسویں صدی کی بوقلمونیاں نہیں اور کیا ہے کہ محبوبان خدا (جل جلالہ وعم

نوالہ) کاذکر اگر نظر ایمان وانصاف سے دیکھا جائے تو خود خدا ہی کا ذکر ہے۔ اس کے متعلق پوچھا جاتا ہے کہ کیا وہ افضل ہے یا نہیں اور اسکے فاعل و مرتکب پر تاب ثواب مرتب ہو گا یا عقاب والعیاذ باللہ الملک الوھاب "۔ (اہل سنت کی آواز)

"یہ ہیں چوبیس دلائل قاہرہ جن سے بفضلہ تعالیٰ وبفضل رسول الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم آفتاب نیم روز ماہتاب نیم ماہ سے زائد روشن طور پر ثابت ہو گیا کہ صرف روزی اور رزق ہی نہیں بلکہ ساری نعمتیں، ساری کرامتیں، جملہ برکتیں سب کی سب جس کو ملیں حضور کے ہاتھوں سے ملیں گی تو انہیں کے ہاتھوں سے، مل رہی ہیں تو انہیں کے ہاتھوں سے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(اہل سنت کی آواز ص ۱۵۴)

اقتباس ۲:- میں۔رسول الاعلیٰ، صلے اللہ تعالیٰ، نعمتیں، کرامتیں، برکتیں وغیرہ کی قوافی سے کیسا صوتی آہنگ پیدا کیا قلم احسن العلماء روانی وسرشاری میں ادب ولطافت کی کیسی گل کاریاں کرتا ہوا گزر گیا ہے۔

نوٹ:- مندرجہ بالا دونوں اقتباسات حضور احسن العلماء کے فتاویٰ سے لئے گئے ہیں۔ سوالات کے مدلل جوابات دینے کے بعد موضوع کی جو تشریح فرماتے ہیں یا حقیقت کا اظہار فرماتے ہیں تو زبان وبیان کی سلاست وروانی، لب ولہجہ کی شگفتگی اور اظہار کا جمالیاتی پہلو دیکھنے کے لائق ہوتا ہے۔

اقتباس ۲ میں آفتاب نیم روز کے ساتھ ماہتاب نیم ماہ کی ترکیب بھی بہت حسین ہے۔

حضور احسن العلماء کے مضامین میں ترتیب وسلیقہ مندی، وضاحت، استدلال، فراست ومتانت، ایجاز وبلاغت کے جلوے بدرجہ اتم موجود ہیں۔

(۱) "دنیا کا ہر فرد اور ہر ہر قوم اپنی اپنی جگہ اسی ادھیڑبن میں ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ترقی اور بڑی سے بڑی کامیابی کی منازل کیوں نہ طے کرے۔ حکومتیں، سلطنتیں ان کے اعیان وارکان بھی جب آپس

میں سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں تو ان کے پیش نظر بھی یہی ہوتا ہے کہ آخر وہ کون کون سے راستے اور کیا کیا طریقے ہیں جس پر ہم عمل کرنے کے بعد اپنی حکومتوں اور سلطنتوں کو کامیابی و ترقی کے راستے پر لاکھڑا کر دیں۔

ایک بچہ جو ابھی اپنے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور اسکا عالم ہنایت ضعیفی اور کمزوری کا ہے وہ ابھی اپنے کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے کسی پر قادر نہیں، نہ ابھی وہ دنیا کے نشیب و فراز کے سوچنے سمجھنے کی قوت رکھتا ہے مگر ترقی اور کامیابی کا جذبہ جو فطری ودیعت ہے اسے ابھی اور نہیں تو پیدا ہونے کے ساتھ ماں کا دودھ پینا تو سکھا ہی دیتا ہے''

(مضمون حقیقی کامیابی کا راز مشمولہ اہل سنت کی آراز ص ۱۹۸)

(۲) ''مسلمانوں ہی میں چند وہ ناپاک اور خبیث انسان صورت، شیطان سیرت ہستیاں پیدا ہوئیں جنہوں نے اگلے خبثاء کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے ترقی اور کامیابی، عروج وارتقاء کے نئے نئے اصول اپنی اندھی اوندھی عقل کی تاریکی میں گڑھے اور مسلمانوں کے دلوں سے ان کے رب و رسول کی پیش فرمودہ ترقی و کامیابی کی اصل عظیم اطاعت و محبت خدا اور رسول کو مٹایا اور اپنے من گڑھت جھوٹے اصولوں کو ان کے دلوں میں جمایا''۔

(مضمون حقیقی کامیابی کا راز مشمولہ اہل سنت کی آواز ص ۲۰۴)

مندرجہ بالا اقتباسات میں کیسی سلیقہ مندی، فصاحت، بلاغت، متانت اور استدلال موجود ہے۔

اقتباس نمبر ا میں الفاظ -ہر ہر- بڑی سے بڑی، کون کون- کیا کیا وغیرہ کی تکرار- حکومتوں، سلطنتوں، کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے کے جوڑے اور ان میں وزن اور آہنگ وغیرہ نے عبارت کو رواں دواں، پر کیف اور جمالیاتی اظہار کا حامل بنادیا ہے۔

چند مزید مثالیں

(۱) ''اس دنیائے رنگ و بو میں ہر جاندار اور ذی روح کے ذمہ کچھ نہ کچھ خبریں ایسی مقرر ہیں کہ ان

کے پہچاننے بجالانے اور پورا کرنے پر نظام عالم موقوف ہے۔ جانور، آدمی غرض ہر جاندار اسی کلیہ کے تحت داخل ہے"۔

(مضمون- فرائض انسانی مشمولہ اہل سنت کی آواز ص ۲۱۲)

(۲) کوئی لاکھ بندۂ خدا بنا پھرے جب تک بندۂ مصطفیٰ نہ ہوگا ہر گز مقبول بندۂ خدا نہ ہوگا۔ تمہاری محبت ہی جنت اور تم سے عداوت جہنم"۔

(مضمون ثمرۂ اطاعت مشمولہ اہل سنت کی آواز ص ۲۱۹)

موضوع خشک یا عقلی و علمی اور تحقیقی ہی کیوں نہ ہو موضوع کے اعتبار سے اسلوب اختیار کرنے کے باوصف احسن العلماء صاحب شگفتگی، لطف مطالعہ کی کیفیت اور حسن تحریر کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔

جناب احسن العلماء نثر میں شعری فضا کا بھی اہتمام کرتے ہیں :-

"خبر دار، ہوشیار ان کی باتوں پر کان مت دھرو، تم ایسی ترقی اور کامیابی کو ٹھکرادو جو اللہ ورسول سے تمہارے رشتے توڑ کر ان کے اعداء مخالفین سے تم کو جوڑے۔ تم اسی مبارک اسوۂ حسنہ پر چلو جسکی تعلیم حضرت مولانا روم فرمارہے ہیں کہ :-

دشمن دیں خدا را خوار دار
وزدرا منبر منہ بردار دار

(مضمون حقیقی کامیابی کا راز مشمولہ اہل سنت کی آواز ص ۱۹۷)

طنز و تعریض

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ نے اپنی تمام عمر احقاق حق اور ابطال باطل میں صرف کی اور اسی مقصد میں زبان و قلم کی تمام توانائیاں بھی صرف کر دیں۔ ظاہر ہے اس فریضہ کی انجام دہی میں طنز و تعریض کے ہتھیار کے بغیر کام بھی نہیں چلتا۔

چند مثالیں ملاحظہ کیجئے :-

"وہابیہ دیوبندیہ کی پرانی چڑی ہوئی عادت ہے کہ بات بات پر بلاوجہ شرعی مسلمانوں کو مشرک وبدعتی بناتے اور محض بزور زبان وزور بہتان قرآن عظیم وحدیث حمید کے ارشادات وفرامین کو معاذالمولیٰ تعالیٰ توڑ مروڑ کر اپنے ناپاک مقاصد ومطالب کے موافق ڈھالنا چاہتے ہیں"۔

(فتوی تشریح اہل اللہ فی تفسیر ماا ھل اللہ مشمولہ اہل سنت کی آواز ص ۱۱۷)

(۲) "خاں صاحب! کبھی علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ صاحب قصیدہ بردہ کا بھی نام نامی واسم گرامی سنا ہے۔ وہ اپنے ایک دوسرے قصدیدہ ہمزیہ میں نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے ہوئے اس بارگاہ رفیع میں یوں عرض کرتے ہیں-یا ابا القاسم الذی فمن لی اقسامی علیه مدح له و ثناء"

(اندھیری کے وہابیوں کی بہترین حق نماد ہن دوزی مشمولہ اہل سنت کی آواز ص ۱۵۲)

بیانیہ نثر کے نمونے

حضور احسن العلماء نے خود نوشت روداد سفر بھی بیان کی ہے اور اپنی رسم سجادگی بھی----ان کے توسط سے احسن العلماء کی نثر نگاری کا جائزہ لیا جائے گا۔

خود نوشت سوانح ہو یا روداد سفر یا اپنے بارے میں کوئی بیان یا کہانی۔بیانیہ نثر کے جلووں کے ساتھ ساتھ انایئتی نثر کی شمولیت بھی ناگزیر ہے۔اس طرح کے بیانات میں روزنامچہ یا رپورٹنگ کا انداز بھی مل جاتا ہے۔اب یہ قلم کار کی اپنی صلاحیت پر منحصر ہے کہ بیان کا انداز ایسا ہو کہ اس میں لطافت وشگفتگی بھی ہو اور تخیل یا مبالغہ کے باوجود حسن تحریر یا لطف مطالعہ یعنی Read-ability میں کوئی بے کیفی نہ آنے پائے۔

احسن العلماء کا تعلق جس خانوادہ سے ہے اور وہ خود عظمت کے جس منصب پر فائز تھے وہاں انہیں اپنے بارے میں کسی مبالغہ آرائی کی ضرورت ہی نہیں۔ان کی بڑائی تو ہر حال میں مسلم تھی۔

احسن العلماء نے صداقت کا دامن کہیں بھی نہیں چھوڑا ہے اور رپورٹنگ کے انداز میں صداقت بیانی اور خلوص کے سبب تحریر میں سادگی کے باوجود پرکاری اور حسن بھرا ہے۔

رسم سجادگی کی کہانی

"میری رسم سجادگی کا آغاز حسب معمول قدیم خاندانی (بروز شنبہ ۲۳/ شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۷/ مارچ ۱۹۵۷ء بوقت عصر) اس طرح ہوا کہ جملہ مہمانان بیرون جات و اہالیان شہر کا مجمع درگاہ معلی میں زیر سائبان ٹین جاکر فرش پر بیٹھا اور حافظ محمد جان صاحب وغیرہ نے نعت و منقبت شریف پڑھنا شروع کی۔ ایک دھوم گولہ جو صرف اعلان کرنے کیلئے تیار کرایا گیا تھا داغا گیا"۔

بیان اس طرح شروع کر کے احسن العلماء نے ازاول تا آخر سجادگی کی رسم کا پورا حال لکھا ہے کہ کس طرح ان کی خرقہ پوشی ہوئی۔ خاندان کے کن کن بزرگوں کے ملبوسات انہیں پہنائے گئے، کون کون صاحبان اس رسم میں شریک ہوئے، ان کے لباس کیسے تھے، کیا کیا رسوم ادا کی گئی وغیرہ وغیرہ۔

بیان بہت سادہ مگر دل کش ہے اور احسن العلماء نے اپنے زور قلم سے اس بیان میں نورانیت بھر دی ہے اور ایک تقدیسی فضا قائم ہوگئی ہے۔ احسن العلماء نے جزئیات تک کو نہیں چھوڑا ہے۔

یہ بیان بہت معلوماتی بھی ہے۔ خانوادے کے بزرگوں کے اسماء اور ان کے تبرکات وغیرہ کے ذکر سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

روداد سفر

حضور احسن العلماء نے اپنے چند تبلیغی دوروں کا حال بھی بیان کیا ہے۔ اہل سنت کی آواز بابت ۱۹۹۵ء---- انہوں نے چار دوروں کا حال لکھا ہے۔

مندرجہ ذیل اقتباسات ملاحظہ کیجئے :-

(۱) "۱۰/ ربیع الاول شریف ۱۳۸۳ھ

"دن گزر کر شب میں بعد نماز عشاء خانقاہ عالیہ سے روانہ ہو کر دوسرے دن صبح میں ۷ بجے کانپور سنٹرل پہنچا۔ اسٹیشن پر برادرم ماسٹر محمد لعل صاحب قادری برکاتی و برادرم محمد حسین صاحب قادری برکاتی سلمہم موجود تھے۔ ان دونوں سے ملاقات ہوئی اور میں تھوڑی ہی دیر بعد جھانسی میل سے بارادہ کالپی شریف کانپور سے روانہ ہوا اور ۱۰ ار بجکر ۲۵ منٹ پر کالپی شریف پہنچ کر مدرسہ میں جا کر مقیم ہوا۔ مدرسہ یہاں خانقاہ عالیہ حضرت سیدی سید شاہ فضل اللہ صاحب قدس اللہ تعالیٰ اسرہ العزیز کا نام ہے----

(اہل سنت کی آواز ص ۱۶۲، ۱۶۳)

اس کے بعد یہاں کے بزرگوں کے مزارات پر حاضری اور درگاہ کے منتظمین سے ملاقات و گفتگو کا حال تحریر کرتے ہیں پھر بذریعہ موٹر لاری کدورہ نامی مقام پر جانے کا حال بیان کرتے ہیں۔

شب میں کدورہ میں جلسہ کی مختصر روداد بیان کرتے ہیں اور اپنی تقریر کا اقتباس پیش فرماتے ہیں۔ جلسہ کے اختتام اور مختصر آرام کے بعد احباب اہل سنت سے گفتگو ہوتی ہے اور کفار و مشرکین کی چیرہ دستیوں کی بات نکلتی ہے کہ کس طرح انہوں نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ احسن العلماء مسلمانوں کو اپنے دین پر سختی سے قائم رہنے اور اسلاف کے حالات زندگی بتاتے ہوئے تدابیر دینا بھی بتاتے ہیں۔

ایک اور سفر کی روداد اس طرح بیان کرتے ہیں

"یہاں (کالپی شریف) سے تھوڑی دور ایک موضع چیستا نامی ہے۔ تھوڑے سے گھر مسلمانوں کے ہیں۔ ایک چھوٹا سا مکتب بھی ہے اور ایک مسجد بھی۔

احسن العلماء سفر کے دوران چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ کسی مقام پر مدرسہ و خانقاہ اور مسلمانوں کے کتنے گھر ہیں۔ جلسہ کا آغاز کس طرح ہوا، جلسہ کی سجاوٹ کیسی ہے؟ وغیرہ وغیرہ کا بیان بھی اپنے سادہ اور پرکار انداز میں کرتے ہیں۔ سفر نامے کی خصوصیات میں یہ باتیں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔

ایک تقریر میں احسن العلماء مسلمانوں کو نصیحت فرماتے ہیں۔ ان کے الفاظ اور جملوں پر غور کیجئے۔ چھوٹے چھوٹے جملے مگر خلوص وصداقت سے پر اور اسی لئے ان میں اثر پذیری ہے۔

مندرجہ ذیل اقتباسات میں ایجاز واختصار اور متانت وبلاغت دیکھئے:-

"باہم ملے جلے ایک دوسرے کے دکھ درد کے مسلمان ساتھی رہیں۔ فضول خرچی اور کاہلی اور بری رسموں اور بیہودہ باتوں کو قطعاً چھوڑ دیں۔ سنیما اور تھیٹر جانا چھوڑ دیں، غیروں کے میلوں، جھمیلوں سے کنارہ کشی رکھیں----

بیان کا جوش وزور

ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے:-

"حسین پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن عظیم کی ناموس، سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی حفاظت کی خاطر باطل اور اہل باطل کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے اعوان وانصار نہ صرف اعوان وانصار بلکہ اپنے جگر گوشوں اور آخر میں خود اپنی مقدس جان کو قربان کر دیا اور بتا دیا کہ مردان خدا جب وقت آجاتا ہے تو راہ خدا میں اپنی سب سے عزیز ترین بیش بہا متاع جان کو بھی قربان کر دیا کرتے ہیں----باطل پرستوں کی ظاہری اکثریت، دنیوی ساز وسامان، زور وطاقت، فوج وسپاہ، نیزہ وتلوار سے مرعوب ہونا اہل حق کی شان نہیں"

(اہل سنت کی آواز ص ۱۸۰)

احسن العلماء کی خود نوشت روداد سفر میں انانیت کی کہیں کوئی جھلک نظر نہیں آتی ہے۔ گو اہوں نے اپنے ابتدائی انصار کی تعداد بیان کی ہے جن کو تقریباً ۴۳-۴۴ سال ہو گئے لیکن اس وقت بھی آپ شیخ طریقت تھے اور اس خانوادے سے متعلق تھے کہ جس کے چشم وچراغ کی راہوں میں اہل سنت سینہ ودل ونگاہ بچھانے کو اپنے لئے شرف وسعادت اور متاع آخرت سمجھتے تھے اور جن سے مرید ہونا دینا وعقبیٰ کی کامرانیوں کی ضمانت تھی۔ لیکن احسن العلماء نے کہیں بھی یہ تحریر نہیں فرمایا ہے کہ بعد جلسہ اتنے لوگ ان سے مرید ہوئے یا ان کے اسٹیشن پر اترتے ہی یا جلسہ

گاہ میں پہنچتے ہی لوگوں نے دست بوسی و قدم بوسی شروع کر دی، ہاروں سے لاد دیا اور نعروں کی گونج میں ان کا استقبال کیا۔ حالانکہ یہ سب کچھ خوب ہوا ہے اور اگر انہیں آپ لکھتے تو اسے مبالغہ یا آپ کا الیغو (Ego) تصور نہ کیا جاتا لیکن یہی آپ کی بڑائی ہے کہ اس طرح کی باتوں کی جھلک تک نہ پیش فرمائی۔

مکتوبات احسن العلماء

خط کو خالص نجی حیثیت حاصل ہے۔ انسان اپنے گھر کے افراد، اعزا، اقربا اور احباب و متعلقین کو بھی خطوط لکھتا ہے اور کبھی کبھی مخالفین و معاندین کو بھی خطوط لکھے پڑھے جاتے ہیں۔ اس کے مکاتیب سے اس کی شخصیت، عادات و اطوار و کردار، علمیت وغیرہ کا بھی اظہار ہوتا ہے۔

مکاتیب کی فنی، ادبی، علمی حیثیات بھی ہوتی ہیں۔ علماء یا ادباء یعنی مشاہیر کے مکاتیب سے تاریخ، علم، ادب، سیاست وغیرہ سے متعلق معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں۔

حضرت احسن العلماء کے جو مکاتیب - اہل سنت کی آواز ۱۹۹۵ء میں شامل ہیں وہ ان کی بھانجی، بھانجے ہمشیرہ، محترمہ و بھابی صاحبہ، صاحبزادے، سمدھی صاحب اور ایک خاص عزیز کے نام ہیں۔

ان کے خطوط میں بڑی سادگی مگر وقار و متانت اور خلوص موجود ہے۔ طرز خطاب بھی سادہ ہے مگر ہر مکتوب الیہ کے شایان شان ہے انکے خطوط میں جہاں اپنوں کیلئے محبت اور احترام چھلکتے ہیں۔ وہاں انکے اپنوں کے حاسدین کیلئے غصہ بھی۔ اپنوں کے غم اور دکھ پر اظہار غم بھی ہے۔ آپ کے ہر خط سے یہ حقیقت پوری طور پر عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ کسی عالم و فاضل اور بزرگ شخصیت کا خط ہے جسے اپنے بزرگوں اور اولیائے کرام پر زبردست عقیدہ ہے اور وہ انہیں مشکلات کا حل کرنے والا بھی سمجھتا ہے اور دعا تعویز پر عقیدہ بھی رکھتا ہے۔

چند خطوط کے اقتباسات ملاحظہ کیجئے

۱:- احسن العلماء اپنی بھانجی کو لکھتے ہیں :-

"ایک تعویذ بھی اس خط کے ہمراہ بھیجتا ہوں اسے موم جامہ کر کے اپنے گلے میں پہنو اور اس مردود کا سامنا ہوتے وقت یہی اوپر والی آیت ہی دل میں ورد کرتی رہو"۔

بھانجی کے کسی دشمن کیلئے مردود لکھنا اس بات کا غماز ہے کہ آپ اپنوں کے دشمن سے کس طرح نفرت کرتے تھے اور یہ نفرت فطری ہے۔ایک بات یہ بھی صاف ہے کہ ایسے خانوادے کے کسی فرد کا کوئی دشمن یا تو بد مذہب رہا ہوگا یا غیر مسلم لہٰذا اس سے نفرت کا اظہار اور اسے مردود کہنے میں ہرج بھی نہیں۔طرز خطاب بھی کس قدر سادہ مگر خلوص و محبت سے پر ہے۔"برخوردار نور چشم حمیرا خاتون"۔

۲ :- آپ نے اسی طرح مختصر پر طور بڑوں اور بچوں کو بھی خطاب کیا ہے۔ مثلاً

(ا) ہمشیرہ صاحب محترمہ- آداب و تسلیم معروض

(ب) سید محمد اشرف سلمکم اللہ تعالیٰ -پس از سلام و دعاہائے خیر۔

(سید محمد اشرف صاحب-آپ کے صاحبزادے ہیں۔)

(ج) دولہن بھابھی محترمہ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(آپ کی بھابھی صاحبہ یعنی اہلیہ محترمہ سرکار سید العلماء کیلئے "دولہن بھابھی محترمہ" لکھا ہے۔

(د) کہیں کہیں اپنی بھانجی صاحبہ کو اس طرح خطاب فرمایا ہے۔"حمیرا سلمہا-دعائیں"

(ہ) اپنے سمدھی صاحب کیلئے لکھتے ہیں :-"محترمنا المکرم-زید مجدکم السامی"

(۳) ایک تعزیتی خط دیکھئے-احسن العلماء اپنی بڑی سالی کے تیسرے صاحبزادے سید احترام الحسن صاحب اور ان کی اہلیہ اور اپنے برادر نسبتی کی بیٹی محترمہ سیدہ عشرت کو لکھتے ہیں :-

"برخوردار سید احترام الحسن-برخوردار سیدہ عشرت سلمکم اللہ تعالیٰ پس از سلام مسنون و دعاہائے خیر

اس خط میں ان کے بچے کے انتقال پر تعزیت پیش فرماتے ہیں۔یہاں آپ نے شعری فضا کا اہتمام بھی فرمایا ہے اور اپنے نیز اپنی اہلیہ محترمہ کے غم کا اظہار بھی۔

لکھتے ہیں :-"ابھی ابھی تمہارے پوسٹ کارڈ مورخہ ۹۴-۷-۲۲ سے یہ خبر وحشت اثر

معلوم ہو کر سخت صدمہ ہوا اور رنج ہوا- انا لله وانا اليه راجعون -

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

تمہاری خالہ جان پر بہت برا اثر پڑا ہے۔

(۴) اپنے سمدھی صاحب کے نام ایک خط میں ان کی دختر نیک اختر اور اپنی بہو محترمہ نشاط صاحبہ کی یوں تعریف کرتے ہیں :-

"آپ کی صاجبزادی میری بہو نشاط سلمہا نے جس طرح میری تیمار داری کی کہ باید و شاید- خوش نصیبوں کو ہی ایسی بہوئیں نصیب ہوتی ہیں" اس سے آپ کے خاندانی میل محبت، وقار اور بہو کو اپنی بیٹی کی طرح سمجھنے اور ماننے کی کیفیت پوری طرح ظاہر ہے۔

آپ کے ہر خط میں حضور علیہ السلام پر درود شریف ضرور پایا جاتا ہے۔

آپ نے خطوط میں موسم وغیرہ کا بھی حال رقم کیا ہے اور بہت سی چھوٹی چھوٹی باتوں اور جزئیات کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔ **مثلاً** :-

(۵) اپنی بھانجی محترمہ حمیرا صاحبہ کے خط میں لکھتے ہیں :-"دو تین روز سے یہاں سخت ترین حبس اور امس کی گرمی ہے۔ سارا بدن انہوریوں سے لدگیا ہے جو سوئیوں کی طرح گڑتی ہیں ----- خدا اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ وہاں ہر ہ) جون میں ٹھنڈی ہوائیں اچھی نشانی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہر جگہ اپنی مرحمت کاملہ ہی نازل فرمائے بجاه الحبيب الامين عليه الصلاة والسلام و على آله و اصحابه و علينا معهم---

نجیب سلمہ تمہارا نام پکارنے پر چاروں طرف گردن گھما گھما کر دیکھتا ہے۔ ثمینہ اپنے بناؤ سنگھار کے وقت یاد کرتی ہیں۔ دو تین روز سے منشی سعد الدین صاحب نے دونوں بہن بھائیوں کو تختی لکھانا شروع کرادی ہے۔ بس وہی پرانے انداز پڑھانے کے۔ ذرہ برابر فرق نہیں ہے۔ ان کا دم بھی بہت غنیمت ہے----"

(۶) حضور احسن العلماء نے اپنے خطوط میں استعاروں اور کنایوں سے بھی کام لیا ہے۔

ایمر جنسی اور اس سے لاحق پریشانیوں اور طرح طرح کے اندیشوں کی طرف اس طرح اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"اللہ تعالیٰ ہم سب کو موجودہ گرم موسم کے ہر برے اثر سے اپنے حفظ وامان دائم رکھے اور گرم نگاہوں سے جو ہمیں دیکھیں ان کی گرم نگاہی انہیں پر واپس فرمادے اور وہ ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں"۔

یہاں گرم موسم استعارہ ہے ایمر جنسی کیلئے ،اور گرم نگاہوں سے مراد ہے حکام کی زیادتی۔

☆

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے خطوط صنعت گری اور طول طویل باتوں سے بوجھل نہ ہو کر ایجاز وبلاغت ،وقار ومتانت اور سادگی وتاثیر کا نمونہ ہیں۔ان کے مکاتیب سے ان کی کریم النفسی ،اعلیٰ اخلاق ،علمیت ،ادبی ذوق اور ادیبانہ شخصیت کی بھرپور عکاسی ہوتی ہے۔

☆

"احسن العلماء" ایک عظیم خانوادے کے چشم وچراغ بھی تھے اور اپنے علم وفضل ،اخلاق وعادات ،زہد وتقویٰ ہر اعتبار سے عظیم تھے اور یہ بجاطور پر کہا جاسکتا ہے کہ احسن العلماء نام ہے----

علم و فضیلت و معرفت کی مملکت کے تاجدار کا
زہد و تقویٰ اور روحانیت کے چمنستان کی بہار کا
رشد و ہدایت اور ولایت و کرامت کے سنگھار کا

مسلک اعلیٰ حضرت کے علم بردار -شریعت وطریقت کے کارواں کے سالار۔سنیوں کے سید وسردار-دکھیوں کی کشتی کے کھیون ہار -برکاتیوں اور رضویوں کے دلوں کے قرار۔اور گردن باطل پر ننگی تلوار-----

ابر رحمت ان کی مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

خلاصۂ کلام

چمستان کرم کے دونوں گلاب یعنی خانوادۂ برکاتیہ نوریہ مارہرہ مطہرہ کے دونوں چشم و چراغ۔۔۔۔سیدین کریمین۔

سید العلماء حضرت علامہ سید آل مصطفیٰ اولاد حیدر سید میاں

اور

احسن العلماء حضرت علامہ سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں رحمۃ اللہ علیہما

یقین کے دو آفتاب و ماہتاب تھے۔انہوں نے اپنی روشنی دیکھ دیکھ کر نہیں تقسیم کی ہے بلکہ بے ساختہ لٹائی ہے۔

ہمیں ان پر ناز ہے اور آنے والی نسلیں بھی ان پر فخر کریں گی۔

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے مری سرکاروں کے

کتابیات:-

(۱) تاج العلماء حضرت علامہ سید اولاد رسول محمد میاں علیہ الرحمہ : تاریخ خاندان برکات

(۲) ایضاً : اصح التواریخ

(۳) حضرت سیدنا ابو الحسین احمد نوری : سراج العوارف

(۴) امام احمد رضا : حدائق بخشش ہر سہ حصص

(۵) مفتی اعظم ہند : سامان بخشش

(۶) ڈاکٹر ریاض مجید : اردو میں نعت گوئی

(۷) اہل سنت کی آواز : مارہرہ مطہرہ ۱۹۹۵ء

(۸) المیزان ممبئی : امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶

(۹) ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور : حافظ ملت نمبر

للّٰہ اپنے حال پر رحم کرو

ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم۔ تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو۔ جیسے تمہارے ماں باپ، تمہارے اُستاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد۔ جب وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت، ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے۔ فوراً ان سے الگ ہو جاؤ۔ ان کو دُودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ ان کی صُورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ۔ پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، اُلفت کا پاس کرو۔ نہ اس کی مولویت، مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر جو کچھ تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی غلامی کی بنا پر تھا۔ جب یہ شخص انہیں کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا۔ اس کے جبے، عمامے پر کیا جائیں۔ کیا بہتیرے یہودی جبے نہیں پہنتے؟ عمامے نہیں باندھتے؟ اس کے نام علم وظاہری فضل کو لے کر کیا کریں۔ کیا بہتیرے پادری بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم وفنون نہیں جانتے؟ اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی اس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اسے ہر بُرے سے بدتر نہ جانا یا اسے بُرا کہنے پر بُرا مانا یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پرواہی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ تمہیں انصاف کرلو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے۔ قرآن وحدیث نے جس پر حصول ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دُور نکل گئے۔

مسلمانو! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہوگی وہ ان کے بدگو کی وقعت کر سکے گا؟ اگرچہ اس کا پیر یا اُستاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو۔ کیا جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا؟ اگرچہ اس کا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو۔ للہ اپنے حال پر رحم کرو۔

(تمہید ایمان صفحہ ۶ / ۷ مطبوعہ لاہور)

از: اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۵۰ سالہ جشن ولادت امام احمد رضا ۱۰ شوال ۱۴۲۲ھ کو دُنیا بھر میں عظیم پیمانے پر منایا جائے۔